سامنے نماز وغیرہ پڑھنے لگی تو وہ بہت متاثر ہوئے اور دونوں نے ہی اللہ کے فضل سے اسلام قبول کرلیا۔

دین اسلام کی بہت ساری باتوں نے میرے دل کو چھولیا۔ وعدے کی پابندی، خوش اخلاقی اور خوش عملی وغیرہ۔ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے دلی طمانیت محسوس ہوتی ہے۔ پھر میری ماں نے میری شادی عشرت صاحب سے کردی۔ جن کی بیوی کا کینسر کے مرض میں شادی کے تین چار سال بعد انتقال ہوگیا تھا۔ ان کے تین بچے تھے۔ ان بچوں سے مجھے جو پیار ملا اور کہیں نہیں ملا۔ میرا ان سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ میں اس پر اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی ہوں کم ہے۔ میری ایک بچی ہے، جس کا نام ناز ہے اور میں اس کو اسلام کی اشاعت کی کے لئے تیار کرتی ہوں، کیوں کہ جب میں نے اسلام قبول کرلیا تو اب ایک بہت بڑی ذمہ داری کو قبول کیا ہے اور اپنے اوپر اسلام کی تبلیغ کو فرض کرلیا ہے۔ میں کوشش کرتی ہوں کہ لوگ حلقہ اسلام میں زیادہ سے زیادہ آئیں۔ ہم اپنے اخلاق سے اپنے کردار سے قرآن کا مکمل نمونہ بنیں تاکہ لوگوں میں اسلام کی سچائی جاگزیں ہو۔ میں اسلام سے متعلق مختلف کتابوں کا بھی مطالعہ کرتی رہتی ہوں۔ قرآن مجید کو میں نے سمجھ کر پڑھا اور مجھے لگا کہ حقوق العباد پر اسلام کا بہت زور ہے اور یہی حقوق العباد اسلام کا دائرہ وسیع کرنے میں بھی بہت معین ہے۔ ہمیں اپنی دعوت میں خوش اخلاقی کو مقدم رکھنا چاہئے۔ اب تک اللہ کے فضل سے میری ماں اور بھائی کے علاوہ تین اور لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ میمونہ خاتون (سنینا کپور) محمد یوسف (راجن کپور) اور محمد زید (ستیش کمار) ہیں میری اپنی کوشش ہے اور تمام لوگوں سے استدعا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص داعی بنے اور دعوت کو جاری رکھنے اپنے بچوں کی اسلامی نہج پر تربیت کرے تاکہ وہ اسلام کے داعی بن کر ابھریں۔ ☆

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۸ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) -/100
کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) -/90
کاروان زندگی حصہ سوم -/80
کاروان زندگی حصہ چہارم -/90
کاروان زندگی حصہ پنجم -/80
کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) -/90
کاروان زندگی حصہ ہفتم -/80
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) -/40
حج کے چند مشاہدات -/6
خواتین اور دین کی خدمت -/25
کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) -/35
دعائیں -/10
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) -/90
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) -/90
نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) -/200
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) -/200
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) -/355
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر -/70
اپنے گھر سے بیت اللہ تک -/25

از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

زاد سفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن) -/150
باب کرم (نیا ایڈیشن) -/12
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول -/15
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم -/14
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم -/15
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم -/12
ہمارے حضورؐ (اردو) -/15 ہمارے حضورؐ (ہندی) -/20
موج تسنیم (اردو) زیر طبع
مناجات ہاتف -/10
دیار حبیبؐ -/5

از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) -/15
کلید باب رحمت -/6
ذائقہ (نیا ایڈیشن) -/15
ذکر خیر " -/15

از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

لبیک اللّٰھم لبیک -/30
سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ -/50
سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ -/150
زبان کی نیکیاں -/15
گلدستہ حمد وسلام -/6
کلام ثانیؒ زیر طبع

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

دو مہینے امریکا میں -/90
جزیرۃ العرب -/70
حج ومقامات حج -/35
امت مسلمہ -/70
سماج کی تعلیم وتربیت -/45

از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) -/870

اسلام کیا ہے؟ (اردو) -/30
اسلام کیا ہے؟ (ہندی) -/35
دین وشریعت -/70
ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت -/70
قادیانی مسلمان نہیں -/25
آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) -/40
آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) -/45
درس قرآن -/200

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ -/45
مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) -/80
مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) -/120
(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)
تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ -/35
سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ -/30
(مولانا محمد الحسنیؒ)
بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) -/40
ذکر رسولؐ " -/55
مولانا محمد علی جوہر " -/175
(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)
کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) -/18
کتاب الصرف " -/20
بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) -/40
تاریخ میلاد (حکیم الشکور) -/30
مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) -/30
سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شیروانی) -/25

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸-
فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

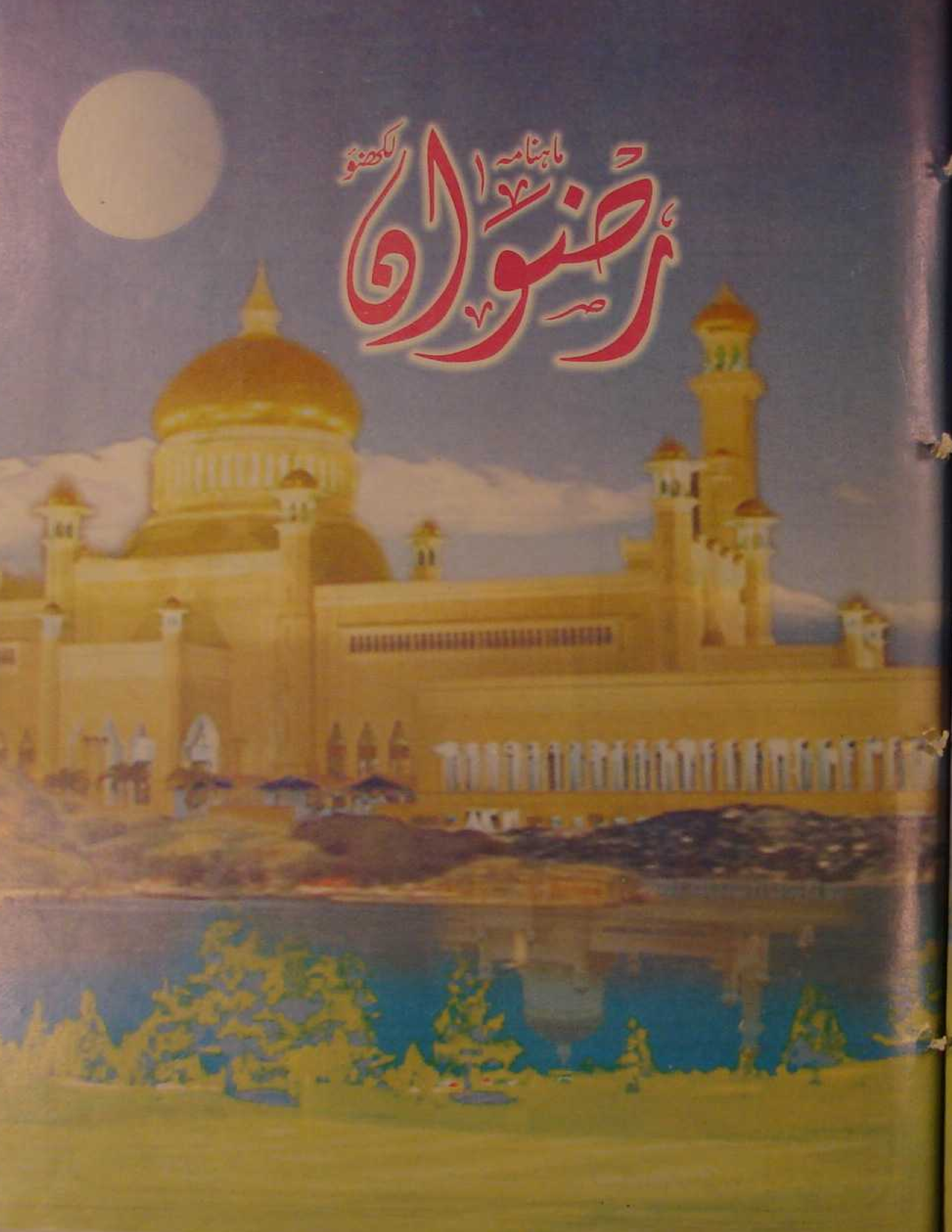

R. N. 2416/57 Ph: 0522-2270406

RIZWAN

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

ہردینا

گردہ ومثانہ کی پتھری کا سیرپ

- گردہ، مثانہ کی پتھری، درد
- پیشاب میں ریت، خون اور
- جلن کے لئے یکساں مفید ہے۔

کبدون

جگر اور پتہ کی خرابیوں کو دور کرنے والا بے نظیر سیرپ

- پیلیا، جگر اور
- پتہ کے ورم،
- کمزوری، درد اور
- پتھری کا بے نظیر سیرپ

روزامین

فساد خون اور جلدی امراض کا سیرپ

- فساد خون، مہاسے، پتی
- پھوڑے، پھنسی اور
- خارش کو ٹھیک کرتی ہے اور
- چہرے پر نکھار لاتی ہے۔

نشکر

شوگر کی کامیاب ترین دوا

- قدرتی جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ دوا۔
- پیشاب سے شکر کو ختم کرکے خون میں شکر کو کنٹرول رکھتی ہے۔

Nashkur

Batina

HASANI PHARMACY

بطینا

قبض اور گیس کی کامیاب دوا

- قبض، گیس، بھوک نہ لگنا۔
- جلن، گرانی اور دیگر خرابیوں کیلئے
- بیحد مفید چورن۔

استعمال کریں، آرام پائیں۔

LEUKODIN

لیکوڈین

لیکوریا و جریان میں بیحد مؤثر

لیکوریا میں بے حد مفید، رحم کی فاسد رطوبت کو خشک کرکے طاقت دیتا ہے۔
قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے سرعت انزال اور کثرت احتلام و جریان میں بے حد مؤثر و مفید ہے

BURNISOL

برنیسال

برنیسال کے تین اہم فوائد

1. سوزش اور جلن میں فوراً ٹھنڈک پہنچائے۔
2. زخم کو جلدی ٹھیک کرے، نشان نہ پڑنے دے۔
3. ہر طرح کے مضر اثرات سے پاک ہے۔

INDAMOOL

اندامول

گہرے زخم پھوڑوں کا لاجواب مرہم

گہرے زخم ناسور بیڈسور پھوڑے خصوصاً کاربنکل پھوڑوں کا جلد اثر کرنے والا مرہم

کفزال

ہر قسم کی کھانسی نزلہ زکام میں بیحد مفید

ہر قسم کی کھانسی، نزلہ، زکام، گلے کی خراش اور نزلے سے سر درد و بدن درد میں مفید ہے

Sabaca

صبا کا آملہ

بالوں کا بہترین محافظ

دماغ کو چست بناتا ہے، بالوں کی جڑوں کو مضبوط کرکے بالوں کو کالا اور گھنا بناتا ہے

صبا کا ہیئر آئیل

دماغ اور بالوں کا انمول ہیئر ٹانک

سر درد، ذہنی تھکاوٹ دور کرکے دماغ کو چست اور قوت حافظہ کو بڑھاتا ہے بالوں کی جڑوں کو مضبوط کرکے بالوں کو کالا گھنا اور چمکدار بناتا ہے

HASANI PHARMACY

177/41 GWYNNE ROAD, LUCKNOW-226 018

PH. (O) 202677, (R) 229174, M : 98380 23223

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات .... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تأثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہوگیا ہے۔

- ایک تاریخی دستاویز
- ادبی مرقع
- دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان وعزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولانا نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تأثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی وسماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کرسکتی ہیں، آخر میں مولانا کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

ذکرِ خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، اندازِ تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تأثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

1-155
178883

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد ۵۳	نومبر ۲۰۰۹ء	شمارہ ۱۱

ایڈیٹر
محمد حمزہ حسنی

معاونین
- میمونہ حسنی
- عائشہ حسنی
- جعفر مسعود حسنی
- محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان	:	۱۰۰/روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک	:	۲۵/امریکی ڈالر
فی شمارہ	:	۱۰/روپے

ڈرافٹ RIZWAN MONTHLY پر لکھیں

ماہنامہ رضوان ۲/۵۴/۱۷۲، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپواکر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 9336932231

فہرست مضامین

اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
حدیث کی روشنی میں	امۃ اللہ تسنیم	۴
سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت	سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ	۶
دعا	سید افروز جہاں	۹
قرآن مجید: مکمل ضابطہ حیات	میر کمال الدین علی خاں	۱۰
مختصر لباس کی تباہ کاری	ترجمہ: سلیم منصور خالد	۱۳
دنیا کی بے ثباتی		۱۵
بچوں سے بحث ومباحثے کا وقت گزر گیا	شہزادی اسماء زریں	۱۷
خواتین کے مقام اور حقوق کا مسئلہ	حفصہ انصاف قریشی	۱۸
جمع قرآن کا تاریخی پس منظر	مولانا مجیب الدین قاسمی	۲۰
حمد باری تعالیٰ	محمد شوکت علی درد	۲۳
خیانت ایک دینی واخلاقی جرم	محمد حسین محمد عیسیٰ	۲۴
عزت نفس اور خودداری	محمد شریف	۲۶
اکثر لڑکیاں پسند کی خاطر گھروں..........	عظمت شہزادی	۲۸
کوشش کیجئے کہ زندگی کا کوئی لمحہ بے فائدہ نہ گزرے	مولانا نور عالم خلیل امینی	۳۰
مسلمانو! اپنی اولاد کو مرتد نہ بناؤ	بخاری صادق الامین۔ اورنگ آباد	۳۴
ماں کے سائے سے محروم بچوں کی تربیت	مولانا آصف تنویر تیمی	۳۵
سوال وجواب	مفتی راشد حسین ندوی	۳۷
سونیا جین کے قبول اسلام کی کہانی		۳۸=۴۰

اپنی بہنوں سے

مدیر

حج بیت اللہ کا مبارک زمانہ آ گیا ہے اللہ کے گھر کا قصد کر کے لاکھوں مسلمان مرد عورتیں اپنے گھروں سے نکل رہے ہیں۔ **لبیک اللّٰھم لبیک** کی صداؤں سے مکہ مکرمہ کی وادیاں اور راستے گونج رہے ہیں۔ ہر مسافر حرم دل وجان سے حرمین شریفین پر نثار ہو رہا ہے۔ اور اس حاضری کو حاصل زندگی جان کر ایک ایک لمحہ سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ کہ جو وقت گزرے حرم مکی اور حرم نبوی میں گزرے۔ صبح بھی وہیں ہو اور شام بھی وہیں ہو، اور اگر ہو سکے تو زندگی کی شام بھی وہیں گزر جائے۔ یہ تمنا اور یہ آرزو ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے۔

حرمین شریفین کی حاضری جتنی زیادہ مبارک اور باعث رحمت وبرکت ہے وہیں مسافران حرم کے لئے بڑی احتیاط کی بات بھی ہے۔ وہ مبارک جگہ عام جگہوں کی طرح نہیں ہے وہ جگہ پلکیں بچھانے کی جگہ ہے جہاں کے کانٹے پھولوں سے بڑھ کر ہیں۔ جہاں کے باشندے بے انتہا عزت ومحبت کے مستحق ہیں۔

حرمین شریفین کے سفر پر جانے والے خوش قسمت بہن بھائیوں کو یہ بات دل ودماغ میں بٹھانا چاہئے کہ حرمین شریفین کے باشندے عرب ہیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عرب تھے۔ اس نسبت کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے اور ان کے ساتھ ذرا بھی بے ادبی اور گستاخی کا معاملہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان کی طرف سے اگر کوئی تکلیف بھی پہنچے تو نہایت خوش دلی کے ساتھ اس کو برداشت کرنا چاہئے اسی طرح وہاں کی دیگر چیزوں چاہے کھانے کی ہوں یا عام برتنے کی اس میں عیب نکالنے سے بہت ہی ڈرنا چاہئے۔ ورنہ نقصان عظیم اٹھانا پڑ جائے گا۔

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

برائی کے بڑھ جانے پر عذاب

حضرت ام المومنین زینب بنت جحش ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور زبان مبارک سے یہ فرما رہے تھے لآ الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اس برائی سے جو قریب آ گئی ہے۔ عرب کیلئے خرابی ہے، یاجوج ماجوج کا پشتہ آج کھول دیا گیا۔ پھر اپنے انگوٹھے اور کلمہ شہادت کی انگلی ملا کر بتایا کہ اس طرح ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم ہلاک کر دیئے جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک بندے بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں جب برائی بہت بڑھ جائے گی۔ (بخاری۔ مسلم)

راستہ کا حق

حضرت ابو سعید ؓ خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم راستہ میں بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہمارے لئے ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہارے لئے یہ مجلسیں ضروری ہیں تو راستہ کو اس کا حق دو۔ انہوں نے کہا راستہ کا کیا حق ہے۔ آپ نے فرمایا نگاہیں نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دینا۔ سلام کا جواب دینا نیکی کا حکم دینا برائی سے منع کرنا (بخاری۔ مسلم)

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف شرع کام نہ دیکھ سکنا

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی ایک آدمی کے ہاتھ میں دیکھی تو اس کی انگلی سے نکال کر پھینک دیا، اور فرمایا بعض لوگ ارادۃً آگ کے انگارے اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ اپنی انگوٹھی لے اور اس سے دوسرے فائدے اٹھا۔ کہا قسم خدا کی میں اس کو کبھی نہیں لے سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کو پھینک چکے ہیں۔

برائی سے نہ روکنے کا وبال

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیجے اور پھر تم اس کو پکارو اور وہ تمہاری پکار نہ سنے (ترمذی)

افضل جہاد

حضرت ابو سعید ؓ خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل جہاد جابر سلطان کے منہ پر انصاف کی بات کہنا ہے (ابوداؤد۔ ترمذی)

حضرت طارق بن شہاب البجلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے ایسے وقت میں سوال کیا کہ آپ رکاب پر پاؤں رکھ چکے تھے۔ پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا جہاد افضل ہے فرمایا انصاف کی بات سرکش بادشاہ کے منہ پر کہنا (نسائی)

بنی اسرائیل کی پہلی خرابی

حضرت ابو مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی خرابی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ کوئی کسی برے آدمی سے ملتا اور کہتا کہ اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو چھوڑ دو تو یہ تمہارے لئے جائز نہیں پھر جب دوسرے دن ملتا اور اس کو اسی حالت میں پاتا تو پھر اس کو نہ روکتا اور اس کا ہم پیالہ ہو جاتا۔ پس جب وہ یہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو یکساں، کر دیا۔

دوسروں کو نصیحت کرنے اور خود نہ کرنے کا عذاب

حضرت امامہ بن زید ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور اس کو اس طرح گھمایا جائے گا جیسے چکی کے گرد گدھا گھومتا

ہے۔ دوزخ والے اس کے گرد جمع ہوں گے اور کہیں گے، اے فلاں تو تو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور برائی سے روکتا تھا، وہ کہے گا ہاں، میں لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور دوسروں کو برائی سے منع کرتا تھا مگر خود اس برائی کا مرتکب ہوتا تھا (بخاری۔ مسلم)

منافق کی تین نشانیاں ہیں

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کہے جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے پورا نہ کرے۔ جب امانت رکھی جائے خیانت کرے (بخاری۔ مسلم)

امانت کا اٹھ جانا

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دو باتیں ارشاد فرمائیں، ان میں ایک میں نے دیکھ لی دوسری کا منتظر ہوں، ہم سے آپ نے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتری۔ پھر قرآن اترا م انہوں نے قرآن اور سنت کا علم حاصل کیا۔ پھر آپ نے ہم سے امانت کے اٹھ جانے کے متعلق فرمایا کہ آدمی ایک نیند لے گا اور امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی اور اس کا اثر نشان کی طرح رہ جائے گا۔ پھر ایک نیند سوئے گا اور امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی اور اس کا اثر چھالے کی طرح رہے گا جیسے تمہارے پیر پر چنگاری پڑ جائے اس سے چھالا پڑ جائے، تم اس کو ابھرا ہوا دیکھو حالانکہ اس میں کچھ نہیں۔ پھر آپ نے ایک کنکری اپنے پیر پر لڑھکا کر دکھایا اور فرمایا صبح کو لوگ خرید و فروخت میں لگے ہوں گے اور کوئی نہ ہوگا جو امانتوں کو ادا کرے، یہاں تک کہا جائے کہ فلاں محلہ میں امانت دار ہے اور بعض آدمی کیلئے کہا جائے کہ کس قدر مضبوط، مہذب اور عقلمند ہے اور اس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان نہ ہوگا اور مجھ پر ایسا زمانہ آیا ہے کہ میں ہر کسی کے ساتھ خرید و فروخت کرتا تھا اگر وہ مسلمان ہے تو مجھ پر اس کا دین اس کو پلٹا دیگا اور اگر یہودی یا نصرانی ہے تو اس کا چودھری اس کو مجھ پر پلٹا دے گا اور آج میں خرید و فروخت نہیں کر سکتا۔ مگر تم لوگوں میں فلاں اور فلاں سے (بخاری۔ مسلم)

قیامت کا منظر

حضرت حذیفہ ؓ اور ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا۔ مسلمان کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ جنت لائی جائے گی۔ لوگ حضرت آدم ؑ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے باپ ہمارے لئے جنت کھلوا یئے۔ حضرت آدم ؑ کہیں گے کہ تم لوگ اپنے باپ کی خطا کی وجہ سے نکالے گئے ہو میں اس کا مرد میدان نہیں۔ تم میرے بیٹے ابراہیم ؑ کے پاس جاؤ۔ وہ سب حضرات ابراہیم ؑ کے پاس جائیں گے۔ حضرت ابراہیم ؑ کہیں گے میں اس کا مرد میدان نہیں۔ میری دوستی تو پس پردہ ہے۔ تم موسیٰ کے پاس جاؤ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ شرف کلام سے مشرف فرمایا۔ وہ حضرت موسیٰ کے پاس آئیں گے اور ان سے اپنا قصہ بیان کریں گے۔ حضرت موسیٰ کہیں گے میں اس کا مرد میدان نہیں تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کی روح ہیں اور اس کا کلمہ ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے۔ حضرت عیسیٰ کہیں گے میں اس کا مرد میدان نہیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور کھڑے ہو جائیں گے، آپ کو اجازت دی جائے گی امانت اور رشتہ بھیجا جائے گا وہ پل صراط کے پہلوؤں پر داہنے بائیں کھڑے ہوں گے اور تم میں کا اول بجلی کی طرح گذر جائے گا میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بجلی کیسے گزرتی ہے۔ فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ بجلی گزرتی ہے اور نگاہ کے پھرنے تک پلٹ آتی ہے۔ پھر ہوا کی طرح گزریں گے۔ پھر چڑیوں کی طرح پھر آدمیوں کے تیز دوڑ کی طرح ان لوگوں کے اعمال لے جائیں گے۔ اور تمہارے نبی پل صراط پر کھڑے ہوئے کہتے ہوں گے اے رب سلامت رکھ، یہاں تک کہ بندوں کے اعمال عاجز ہو جائیں گے۔ ایک آدمی لایا جائے گا اور وہ چلنے کی استطاعت نہ رکھ سکے گا تو وہ گھسٹتے ہوئے چلے گا اور صراط کے کناروں پر کانٹے لٹکے ہوئے ہوں گے جن کو پکڑنے کا حکم دیا جائے پس کوئی ایسا ہوگا جس کو چرکہ لگا ہو وہ نجات پا گیا اور کوئی ایسا ہوگا جو جہنم میں اوندھا دیا جائے گا۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ ؓ کی جان ہے دوزخ کی گہرائی ستر سال کی ہے۔ (مسلم)

سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت

مقام نہروان (جہاں خارجیوں کا صفایا کیا گیا) سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ واپس آئے تو لوگوں کو جمع کر کے تقریر کی، آپ نے حمد وثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں فتح مندی سے اعزاز بخشا۔ لہٰذا ابھی بلا کسی وقفہ کے اپنے شامی حریفوں سے نمٹ لو، عراقی اس کے جواب میں کھڑے ہو کر کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! ہمارے تیر سب ختم ہو چکے ہیں۔ تلواریں کند ہو چکی ہیں نیزے کے سرے برچھیوں سے نکل گئے ہیں ہمیں اپنے گھر واپس لے چلئے تاکہ ہم اچھی طرح تیاری کر کے اور تازم دم ہو کر آگے بڑھیں۔

(البدایہ والنہایہ)

عراقیوں کا ہمیشہ یہی وتیرہ رہا ہے، ابن جریرؒ نے لکھا ہے جب حضرت علیؓ نے عراقیوں کی سرد مہری دیکھی اور جنگ سے وہ روگرداں ہوئے تو ان کے سامنے تقریریں کیں جن میں ان کو ملامت بھی کی اور انجام کار سے ڈرایا بھی، جہاد پر راغب کرنے والی آیات پڑھ کر سنائیں، اور دشمنوں سے مقابلہ پر آمادہ کیا، مگر وہ جگہ سے نہیں ہلے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہی کرتے رہے، اور اپنے شہروں میں حسب معمول سمٹے رہے، کچھ لوگ ادھر ادھر نکل گئے، مجبوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لے گئے۔

پھر ۳۹ھ آ گیا، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ایک بڑی فوج ترتیب دی اور جن علاقوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی، وہاں اس فوج کے دستے پھیلا دیے کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ معلوم تھا کہ اہل عراق بہت سے معاملات میں حضرت علیؓ کی فرمانبرداری نہیں کرتے، چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج نے عین التمر، الانبار، تیماء اور تدمر پر حملے کر دیے عراقیوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انصار میں پست ہمتی بزدلی اور کمزوری نمایاں ہوئی۔

عراقیوں کے اس منزور اور بزدلانہ موقف اور ان کی بہانہ بازی اور حیلہ جوئی کی تصویر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس تقریر میں نظر آتی ہے۔ جب انہوں نے اس صورت حال سے دل گرفتہ ہو کر ایک تاریخی خطبہ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج نے الانبار پر حملہ کر کے اس کے گورنر حسان بن حسان کو قتل کر دیا ہے تو وہ انتہائی غم وغصہ کی حالت میں گھر سے نکلے آپ کی چادر کا کنارہ زمین سے لگ رہا تھا، آپ اس کو سنبھالتے ہوئے نخیلہ'' (نخیلہ بادیہ کی ایک جگہ کا نام ہے) آئے لوگ آپ کے پیچھے پیچھے تھے آپ نے ایک اونچے ٹیلہ پر چڑھ کر ایک خطبہ دیا، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سلام پڑھ کر تقریر شروع کی یہ تقریر (خطبہ) ایک اہم ترین تاریخی تقریر ہے، جو ایک زخم خوردہ قائد کی زبان سے نکلی ہے، اس تقریر میں ایک طرف اپنی قوم پر عتاب ہے، دوسری طرف اپنے موقف کے صحیح ہونے کا یقین نمایاں ہے، ادب وبلاغت کا یہ شاہکار علوی ادب کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ جس کی بلندی کو کوئی بڑے سے بڑا ادیب اور بہتر سے بہتر مقرر نہیں پہنچ سکتا۔

آپ نے فرمایا۔

''امابعد! جہاد جنت کا دروازہ ہے جس نے اس در سے روگردانی کی اللہ نے اس کو رسوائی اور ذلت کا پیراہن پہنا دیا، نکبت اور ذلت اس کا مقدر بنی میں نے تم کو

اے لوگوں! رات دن علانیہ اور راز دارانہ طریقوں پر ہر طرح سے ان لوگوں کے خلاف جنگ پر ابھارا میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے تم خود بڑھ کر ان پر حملہ کر دو، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قاعدہ یہی ہے کہ جس قوم پر اس کے گھر پر چڑھائی کر کے حملہ کیا جاتا ہے وہی ہمیشہ رسوا ہوتی ہے مگر تم نے پست ہمتی دکھائی اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے، میری بات تم پر گراں گزری اور اس کو پس پشت ڈال دیا تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ تم پر حملے پر حملے کیے گئے، اس قبیلۂ غائد کے آدمی کی فوج نے الانبار پر چڑھائی کی اس کے گورنر حسان بن حسان کو ہلاک کیا، ان کے ساتھ بہتیرے مردوں اور عورتوں کو ہلاک کیا، ایک سپاہی گھر میں گھس کر مسلمان خاتون یا ذمی (اسلامی مملکت کی غیر مسلم آبادی، جس کو امن اور شہری زندگی کے (شریعت اسلامی کے مطابق) حقوق دیئے جاتے ہیں اور حکومت ان کی حفاظت کی بھی ذمہ دار ہے۔) خاندان کی عورت کے کان سے اس کی بالیاں اور پیروں سے اس کی پازیب اتار اطمینان سے چلا جاتا ہے، اور یہ سب فوجی لوٹ کے مال بھرے ہوئے اس طرح واپس جاتے ہیں کہ کسی ایک کو خراش بھی نہیں لگتی، اگر کوئی صاحب غیرت مسلمان اس صورت حال کو دیکھ کر غم سے گھٹ کر مر جائے تو میرے نزدیک ملامت کا مستحق نہ ہوگا بلکہ سزاوار تحسین ہوگا۔

حیرت بالائے حیرت ہے، ایسی حیرت جو دل کو مردہ اور عقل کو بیکار کر دے، اور رنج وغم کو دوبالا کر دے کہ باطل پر یہ لوگ اس درجہ آپس میں متحد ہوں اور تم حق پر ہوتے ہوئے انتشار و بے ہمتی کا شکار ہو، تم نشانہ بنائے گئے ہو اور تم پر تیر چلائے جاتے ہیں مگر تم تیر نہیں چلاتے تم پر حملہ کیا جاتا ہے اور تم اس کا جواب نہیں دیتے، کھلے بندوں اللہ کی تمہارے سامنے نافرمانی ہوتی ہے، اور تم مطمئن ہو اگر تم سے کہتا ہوں کہ جاڑوں میں ان پر حملہ کرو تو کہتے ہو ابھی تو چلہ کی سردی پڑ رہی ہے اگر کبھی کہا موسم گرما میں اپنے دشمن پر حملہ کرو تو کہتے ہو یہ تو آگ برسنے کا زمانہ ہے، ذرا مہلت دیجئے کہ اس شدت کی گرمی کا زمانہ گزر جائے، واللہ اگر تم جاڑے اور گرمی سے بھاگتے ہو تو تلوار سے کہیں زیادہ خوفزدہ ہو کر بھاگو گے۔

اے مرد نما لوگو! جن میں مردانگی نام کو نہیں، اے خواب وخیال کی پرچھائیوں! اے پازیب پہننے والیوں کی جیسی عقل رکھنے والو! بخدا تم نے اپنی نافرمانیوں سے میری ساری سیاست پر پانی پھیر دیا، غصہ وغم سے مجھے بھر دیا، بات یہاں تک پہنچ گئی کہ قریش کہتے ہیں کہ ابوطالب کا فرزند ہے تو بہادر مگر جنگ کی حکمت نہیں جانتا، کیا خوب، کون ہے! وہ جو فن جنگ سے مجھ سے زیادہ واقف، اور اس کا مرد میدان ہوگا، خدا گواہ ہے، میں جنگ میں اس وقت آیا ہوں جب میری عمر بیس سال سے بھی کم تھی، اور آج ساٹھ سال سے زیادہ عمر ہو چکی ہے، لیکن جس کی بات نہ مانی جائے، اس کی کوئی حکمت نہیں چلتی اور ہزار صاحب الرائے ہو، کوئی مانتا نہیں" **ولكن لا راي لمن لا يطاع**" آخری جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (الکامل للمبرد)

علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں۔

''امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو اس حالت نے بہت مکدر کر دیا تھا، ان کی فوج میں بے راہ روی تھی، اہل عراق نے ان کی مخالفت شروع کر دی تھی، ان کے ساتھ تعاون سے کترا رہے تھے، ادھر شامیوں کی قوت زور پکڑ چکی تھی، اب وہ دائیں اور بائیں حملے کرتے اور لوٹ مار مچا رہے تھے۔ عراق کے امیر علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس عصر میں روئے زمین پر بسنے والوں انسانوں میں سب سے اعلیٰ وافضل انسان تھے، سب سے زیادہ اللہ کے عبادت گزار، سب سے زیادہ دنیا سے بے غرض اور بے رغبت، سب سے زیادہ علم وفضل کے حامل، سب سے زیادہ خوف خدا رکھنے والے انسان تھے، پھر بھی لوگوں نے ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا، ان سے کنارہ کش ہو گئے یہاں تک کہ خود امیر المؤمنین اپنی زندگی سے اکتا گئے اور اکثر کہتے تھے: ''یہ (اپنی

ریش مبارک کی طرف اشارہ کرکے) اس کے (اپنے سر کی طرف اشارہ کرکے) خون سے رنگ دی جائے گی' اور بالآخر یہی ہو کر رہا"۔

(البدایہ والنہایہ)

شہادت کے واقعہ فاجعہ کی تفصیل یہ ہے کہ تین خارجی اکٹھا ہوئے جن کے نام یہ ہیں: عبدالرحمٰن ابن عمرو عرف ابن ملجم الحمیری ثم الکندی' برک بن عبداللہ تمیمی اور عمر بن بکر التمیمی' ان سبھوں نے اپنے ہم مشرب اہل نہروان کے بارے میں باتیں کیں' جن کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا تھا' اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی' اس کے بعد ان لوگوں نے کہا: اگر ہم اپنی جان بیچ کر بھی گمراہوں کے سربراہوں کو قتل کردیں تو ملک کو ان سے نجات مل جائے گی' اور اس طرح ہم اپنے بھائیوں کے خون کا بدلہ لیں گے' اس پر ابن ملجم نے کہا: علی کو ختم کرنے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں' برک نے کہا: معاویہ کا صفایہ کرنا میرے ذمہ ہے۔ عمرو بن بکر نے کہا: عمرو بن عاص کو میں دیکھ لوں گا' ان تینوں نے آپس میں عہد و پیمان کیے اور ایک دوسرے سے قسم لی کہ کوئی اس معاہدہ کو نہیں توڑے گا۔ یہاں تک جس کے قتل کی ذمہ داری لی ہے' اس کو قتل نہ کردے یا خود ہلاک نہ ہو جائے' ان لوگوں نے اپنی اپنی تلواریں سنبھالیں اور ان کو زہر میں بجھایا اور طے کیا کہ ۱۷ر رمضان کو ہر شخص اس شہر میں رات گزارے جہاں اس کو اپنا کام کرنا ہے۔

ابن ملجم کوفہ پہنچ گیا' اور اپنے ساتھیوں (خوارج) سے بھی اپنے ارادہ کا اظہار نہیں کیا' شب جمعہ ۱۷ رمضان کو اس دروازے کے چھجے کے نیچے آکر بیٹھ گیا' جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکلا کرتے تھے' جس وقت آپ نماز فجر کے لئے نکلے اور لوگوں کو بیدار کر رہے تھے نماز نماز کہہ رہے تھے' اور لوگ نیند سے بیدار ہو ہو کر نماز کے لیے اٹھ رہے تھے کہ ابن ملجم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے پر وار کیا' سر کے خون سے ریش مبارک رنگین ہوگئی' جب اس نے وار کیا اس وقت نعرہ بھی لگایا" لاحکم الا اللہ لیس لک ولا صحابک یا علی" (یعنی حکومت صرف اللہ کی ہے' علی! تمہاری یا تمہارے ساتھیوں کی نہیں ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آواز دی اس کو پکڑو' ابن ملجم پکڑا گیا' جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب کو آگے بڑھایا جنہوں نے نماز فجر پڑھائی' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر لایا گیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں مرجاؤں تو اس کو قتل کردینا' اور اگر زندہ رہ گیا تو مجھے معلوم ہے کہ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔ جب وہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر کیا گیا تو فرمایا: اس کو گرفتار رکھو اور قید میں حسن سلوک کا معاملہ کرو' اگر زندہ رہا تو سوچوں گا کہ کیا کروں' معاف کروں یا قصاص لوں' اور اگر مرجاؤں تو ایک جان کا بدلہ ایک ہی جان سے لیا جائے' اور اس کا "مثلہ" (مثلہ کا مطلب ہے ناک کان کاٹنا اور الگ الگ اعضاء کو زخمی کرنا) نہ کیا جائے۔ (الجوہرۃ فی نسب النبی واصحابہ العشرۃ)

اپنے صاحبزادوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ایک طویل وصیت کی جس کے آخر میں فرمایا: اے عبدالمطلب کے فرزندو! مسلمانوں کا بے تکلف خون نہ بہانا' تم کہو گے امیرالمومنین قتل کردیئے گئے' مگر خبردار سوائے میرے قاتل کے کسی اور کو قتل نہ کرنا' دیکھو اگر میں اس کے وار سے مرجاتا ہوں تو اس پر بھی ایک ہی وار کرنا' اس کا مثلہ نہ کرنا' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے' خبردار کسی ذی روح کو مار کر اس کا مثلہ نہ کیا جائے' خواہ وہ بھونکنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔" الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ)

جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے امیرالمومنین اگر آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو کیا آپ کی جگہ ہم لوگ حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں' فرمایا: نہ میں اس کا تم کو حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی زبان سے جو آخری لفظ نکالے وہ یہ آیت تھی:

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۔ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

(سورہ زلزال ۷،۶)

آپ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو خوف خدا اور حسن عمل کی وصیت کی' اور وصیت نامہ میں اس کو تحریر فرمادیا۔ (ملاحظہ ہو۔ ابن کثیر)

ابن ملجم نے کہا:" میں نے ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) پر ایسا وار کیا ہے کہ اگر پورے شہر والوں پر یہ وار پڑتا تو سب کے سب مرجاتے' واللہ میں نے اپنی تلوار کو ایک مہینہ تک زہر میں بجھایا' ایک ہزار میں یہ تلوار تھی' اور ایک ہزار خرچ کرکے اس کو زہر آلود کیا۔"

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ' جمعہ کے روز شہید ہوئے سحر کا وقت تھا' رمضان کے سترہ ۱۷ روزے ہوچکے تھے' صحیح روایت کے بموجب حضرت علی رضی اللہ عنہ ۱۷ رمضان کو صبح صادق کے وقت ۴۰ھ ۶۳ سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار کیا۔ (بعض روایات میں ۲۰ر اور ۲۱ر رمضان کی بھی روایت ملتی ہے) آپ کی خلافت کی مدت چار سال نو ماہ ہے' آپ کے جنازہ کی نماز آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی' کوفہ کے دارالامارہ میں دفن ہوئے' کیونکہ خوارج سے خوف تھا کہ کہیں آپ کے جسد مبارک کو کھود کر نکال نہ لیں۔

(البدایہ والنہایہ)

دُعا

میری پاکیزہ دعاؤں میں اثر دے یا رب
علم کے پھولوں سے دامن میرا بھر دے یا رب
چاہے جو کچھ ہو سلامت میرا ایمان رہے
آنکھ میں نور حیا، سینے میں قرآن رہے
زندگی بھر جو رہے ساتھ وہ دولت دے دے
میرے اللہ کتابوں سے محبت دے دے
میری ہر بات میں اخلاق کا پہلو نکلے
دکھ کسی کا ہو، میری آنکھ سے آنسو نکلے
دے اگر عزم سفر، زادِ سفر بھی دے دے
زندگی دی ہے، تو جینے کا ہنر بھی دے دے
کوئی غمگین اگر ہو تو اسے شاد کروں
ہر طرح بے کس و مجبور کی امداد کروں
میرے اندر کا مسلمان نہ کھونے پائے
میں کہیں جاؤں یہ پہچان نہ کھونے پائے
سنگ ریزہ ہوں مجھے ہمسر گوہر کردے
ایک قطرہ ہوں ابھی مجھ کو سمندر کردے
دل کشادہ رہے استاد کی عزت کے لئے
میری ہر سانس ہو ماں باپ کی خدمت کے لئے
رشتہ سرکارِ دوعالمؐ سے نہ ٹوٹے یا رب
ہاتھ سے دامن اسلام نہ چھوٹے یارب
میری پاکیزہ دعاؤں میں اثر دے یارب
علم کے پھولوں سے دامن میرا بھردے یارب

-: سیدہ افروز جہاں۔ دیگلور، ناندیڑ :-

میر کمال الدین علی خاں

قرآن مجید: مکمل ضابطۂ حیات

قرآن مجید اصطلاحی معنی میں اللہ کا وہ کلام ہے جو اس نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ قرآن مجید آیات اور سورتوں کا مجموعہ ہے۔ انبیاء سابقین پر نازل شدہ کتاب اور صحف کی تعلیمات کا عطر اور خلاصہ اس میں جمع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید علوم معارف کا عمدہ ترین مجموعہ ہے۔ قرآن مجید میں لفظ قرآن 66 مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کو موقع ومحل کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے متعدد ناموں سے موسوم کیا ہے۔ امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے چار نام ذکر کیے ہیں اور وہ یہ ہیں: القرآن، الفرقان، الکتاب اور الذکر۔ القرآن اس کا نام اس لیے ہے کہ یہ پڑھا جاتا ہے اور آیات وسورتون کا مجموعہ ہے نیز اس میں مختلف علوم وقصص کو نہایت بلیغ انداز میں جمع کردیا گیا ہے، قرآن مجید کو الفرقان کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے، کہ اس میں حق وباطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ترجمہ) بڑی برکت والی ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن مجید) اتارا تاکہ وہ سارے جہاں کو ڈرانے والا ہو۔ الکتاب کی وجہ یہ ہے کہ یہ مکتوب ہے اور اسے باقاعدہ طور پر تحریر میں لایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ (ترجمہ) یہ کتاب ایسی ہی جس میں کوئی شبہ نہیں اور ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے کہ (ترجمہ) ساری ستائش اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر الکتاب یعنی قرآن مجید اتاری اور اس میں کسی طرح کی بھی کجی نہ رکھی۔ الذکر کے نام سے اس کو اس بنا پر پکارا جاتا ہے کہ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پندونصائح سے نوازا ہے۔ حدود فرائض پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ہے اور اسرار وحکم کی پردہ کشائی فرمائی ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ترجمہ) بلاشبہ یہ ذکر ہے آپؐ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا۔ وحی کے لغوی معنی اشارہ کرنے، لکھنے، پیغام دینے خفیہ طور سے بات کرنے اور ہر اس بات کو جو دوسرے کے دل میں اور خیال میں ڈالی جائے'' کو کہتے ہیں۔ مذکورہ معانی کو عرب شواد نے استعمال کیا ہے لیکن اصطلاح شریعت میں وحی کا اطلاق اس خاص ذریعہ غیبی پر ہوتا ہے جس کے ذریعہ بغیر کسی فکروتدبر، کسب ونظر اور تجربہ واستدلال کے صرف من جانب اللہ اور اس کے فضل خاص سے اس کے کسی نبی کو کوئی علم الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ لفظ اس معنی خاص میں اس درجہ استعمال ہوا ہے کہ یہ ایک اصطلاح شریعت کی نوعیت اختیار کرلیتا ہے۔ کتب احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور رحمت دوعالمؐ پر مندرجہ ذیل صورتوں میں وحی نازل ہوتی تھی۔

۱- سچا خواب دکھانا جس کو احادیث میں رویائے صادقہ کہا جاتا ہے۔
۲- کسی بات کا دل میں پھونکنا یا ڈالنا۔
۳- گھنٹی کی آواز۔
۴- فرشتے کا کسی شکل میں متشکل ہوکر آنا جس کو تمثل کہا جاتا ہے۔
۵- فرشتے کا اپنی اصلی صورت میں آنا۔
۶- بصورت مکالمہ نزول وحی ہونا جیسا کہ معراج کے موقع پہ ہوا۔
۷- بغیر کسی ذریعہ اور واسطے کے مکالمہ۔

احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا آغاز رویائے صادق سے ہوا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ (ترجمہ) سب سے پہلی چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا وہ نیند کی حالت میں رویائے صادقہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح ثابت ہوتا۔ احادیث کے مطابق پہلی وحی جو آیات قرآن کی صورت میں نازل ہوئی اور جس کو جبرئیل امین لے کر آئے وہ سورہ العلق کی آیات ایک تا پانچ ہیں اس کا ترجمہ ہے: اے محمدؐ! پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا' اس نے آدمی کو وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا۔

یہ وحی جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی حالت میں لے کر آئے تھے' جب جبرئیل آئے اس وقت حضورؐ غار حرا میں تشریف فرما تھے۔ جبرئیل نے آپ سے کہا کہ پڑھیے! آپؐ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو فرشتے نے آپ کو اس درجہ دبایا کہ آپ تھک کر چور ہوگئے۔ اس نے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے' آپ نے پھر وہی جواب دیا' اس کے بعد تیسری مرتبہ جب فرشتے نے آپ کو پکڑا اور دبایا' یہاں تک کہ آپ تھک گئے اور مندرجہ بالا آیات پڑھیں۔ آپؐ نے آیات کو دہرایا۔ بعد ازاں آپؐ نے ان آیات کو لے کر غار حرا سے واپس اپنے مکان کو تشریف لائے لیکن اس پہلی وحی کے نزول کے بعد ایک عرصے تک وحی کے نزول کی آمد بند رہی اور اس واقعے کو فطرت وحی کہا جاتا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک فطرت وحی کا یہ دور تین برسوں پر محیط رہا تاہم فطرت وحی کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے چونکہ غار حرا میں پہلی وحی کا نزول ہوا تھا اس لیے آپ کو اس مقام سے قلبی لگاؤ ہو چکا تھا اور آپؐ یہ خیال رکھتے تھے کہ شاید وحی کے آئندہ نزولات بھی وہیں ہوں گے دوسری وحی کے نزول کا پس منظر یہ تھا کہ آپؐ غار حرا سے مکان کو تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک ایک ندائے غیب کان میں پڑی۔ یہ ندا آسمان سے آرہی تھی۔ آپؐ نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو غار حرا میں آیا تھا۔ یہ فرشتہ اب آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جب فرشتے پر پڑی تو اس کو اس حالت میں دیکھ کر آپ خوفزدہ ہوگئے اور گھبراہٹ کی حالت میں مکان تشریف لائے اور کہا مجھے کمبل اوڑھا دو۔ اسی حالت میں سورہ مدثر کی آیت نازل ہوئیں۔

(ترجمہ) اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھو! پھر (کافروں) کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو۔ اپنے کپڑوں کو پاک کرو اور پلیدی سے دور رہو۔

یہ دوسری وحی تھی اور اس کے بعد وحی کے نزول کا سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ شروع ہوگیا اور یہ سلسلہ 23 برس تک جاری رہا کیوں کہ قرآن مجید کے نزول کا سلسلہ 23 برس تک جاری رہا جب کہ دیگر آسمانی صحائف کا دیگر پیغمبروں پر نزول صحیفہ آسمانی ایک مرتبہ میں ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ توریت' زبور' اور انجیل کا نزول بالترتیب موسیٰ علیہ السلام' داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر یکبارگی میں ہوا جب کہ حضورؐ پر نزول قرآن کا سلسلہ 23 برسوں تک جاری رہا تاہم تمام آسمانی صحائف کا نزول رمضان المبارک میں ہی ہوا۔ آخری وحی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے مطابق حضورؐ کے پردہ فرمانے سے سات دن یا نو دن قبل نازل ہوئی اور ایک روایت کے مطابق وہ سورہ بقرہ کی آیت 281 ہے جس کا ترجمہ ہے:

اس دن کی پرسش سے ڈرو جب کہ تم سب اللہ کے حضور لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص نے جو کمایا ہے اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور ان کی حق تلفی نہ کی جائے گی تاہم حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ہی سے دوسری روایت منسوب کی جاتی ہے کہ آخری نازل ہونے والی آیت سورہ المائدہ کی آیت جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آج میں نے تمہارے لیے دین مکمل کردیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی ہے کہ آخری آیات سورہ النصر کی ہے۔ بہر حال اصلیت سے اللہ اور رسول بہتر واقف ہیں۔

قرآن مجید کی سورتوں کو دو مقامات سے وابستہ کیا گیا یعنی بعض سورتیں مکی ہیں اور بعض مدنی سورتیں ہیں۔ یعنی جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں ان کو مکی سورتیں کہا جاتا ہے اور جن سورتوں کا مدینہ شریف میں نزول ہوا اس کو مدنی سورتیں کہا جاتا ہے۔ تاہم یہ بھی

روایات ہیں جو اگر چہ کہ مکہ میں نازل ہوئیں اوران کی بعض آیات مدینہ میں اتریں۔ اسی طرح بعض ایسی سورتیں بھی ہیں جو اگر چہ کہ مدینے میں نازل ہوئیں مگر اس کی بعض آیات مکہ میں اتریں۔ کچھ آیات ایسی بھی ہیں جو مکہ اور مدینہ سے باہر نازل ہونے والی ہیں لیکن جمہور کے نزدیک ہجرت سے قبل نازل ہونے والی آیات مکی کہلاتی ہیں اور ہجرت کے بعد نازل ہونے والی آیات مدنی کہلاتی ہیں۔ مکی سورتیں تعداد کے اعتبار سے 86 ہیں جب کہ مدنی سورتوں کی تعداد 28 ہے۔ اسی طرح 35 مکی سورتیں وہ ہیں جن کی بعض آیات مدینہ منورہ سے باہر نازل ہوئیں۔ الغرض حضور کی 23 سالہ نبوت کی زندگی میں پوار قرآن مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر نازل ہوا۔ روایات کے مطابق قرآن مجید کے نزول کا بیشتر حصہ جمعہ کے دن نازل ہوا۔ کچھ سورتیں رات کو نازل ہوئیں جب کہ بعض سورتیں ایسی بھی ہیں جن کا نزول بعض حضرات کے مکانوں میں ہوا۔ مثلاً سورہ النور کی بعض آیات میں حضرت بی بی عائشہ کی برأت کا ذکر ہے وہ حضرت صدیق اکبرؓ کے مکان میں نازل ہوئیں۔ میراث کے مطابق آیات حضرت جریرؓ کے مکان میں نازل ہوئیں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جریرؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہورہے تھے تو ذی ادان کے مقام پر سورہ توبہ کی بعض آیات نازل ہوئیں۔ سورہ القصص کی بعض آیات دوران سفر ہجرت جحفہ کے مقام پر نازل ہوئیں۔ جیسا کہ اہل ایمان بخوبی جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے جملہ 30 پارے 114 سورتیں، سات منزلیں اور 15 سجدے ہیں، ایک روایت کے مطابق 14 سجدے ہیں، بعض علماء نے آیات کی تعداد 6226 اور بعض نے 6666 بتائی ہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مطابق 6218 ہیں۔ 6226 آیات کی بعض علماء نے اس طرح تقسیم کی ہے۔

آیات کا وعدہ 1000، آیات وعید 100 آیات نہی 1000 آیات تحلیل 250 آیات تحریم 250، آیات تسبیح 100، آیات متفرقہ 26۔ قرآن مجید میں نماز کی تاکید 700 مرتبہ اور دعا مانگنے کی تاکید 70 مرتبہ کی گئی ہے۔ قرآن مجید کی طویل ترین سورہ، سورہ بقرہ ہے جس میں 286 آیات ہیں اور اس سورت کا نزول مدینہ منورہ میں ہوا۔ قرآن مجید میں جن پیغمبروں کا ذکر آیا ہے ان کے نام اور تعداد کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

حضرت آدم علیہ السلام 24 مرتبہ، حضرت نوح علیہ السلام 43 مرتبہ حضرت زکریا علیہ السلام 7 مرتبہ حضرت لوط علیہ السلام 27 مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام 69 مرتبہ حضرت الحق علیہ السلام 17 مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام 12 مرتبہ، حضرت یعقوب علیہ السلام 16 مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام 27 مرتبہ حضرت ایوب علیہ السلام 4 مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام 15 مرتبہ، حضرت سلیمان علیہ السلام 17 مرتبہ، حضرت ادریس علیہ السلام 2 مرتبہ، حضرت صالح علیہ السلام 9 مرتبہ، حضرت یحیٰ علیہ السلام 5 مرتبہ، حضرت شعیب علیہ السلام 11 مرتبہ، حضرت عمران علیہ السلام 3 مرتبہ حضرت عزیر علیہ السلام ایک مرتبہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام دو مرتبہ، حضرت الیاس علیہ السلام 3 مرتبہ حضرت الیسع علیہ السلام 2 مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام 136 مرتبہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام 25 مرتبہ نام حضرت محمدؐ چار مرتبہ اور نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ۔ (جملہ پانچ مرتبہ)

قرآن مجید میں جن امور کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ سات ہیں۔

1-واقعات وقصص 2-توحید۔
3-تعلیمات۔ 4-اوامر۔ 5-نواہی۔
6-عبادات۔ 7-معاملات۔

قرآن مجید آخری صحیفہ آسمان ہے جو آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر 23 برسوں تک وقتاً فوقتاً حسب ضرورت نازل ہوتا آیا اور یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

(استفادہ: قرآن مجید۔ تفاسیر، احادیث نبوی، صحیح بخاری، غنیۃ الطالبین، معارف اسلامیہ، انوار القرآن۔ از حضرت بسمل جرائد ورسائل)۔

تحریر : ڈاکٹر لیونڈ کیتایف ترجمہ : سلیم منصور خالد

مختصر لباس کی تباہ کاری

کیا بے حجابی اور حیا صرف اسلام کا مسئلہ ہے یا اس کا تعلق خود انسانیت سے بھی ہے؟ روس صدیوں سے قدامت پسند مسیحیت اور زار شاہی کے تابع رہا۔ پھر کارل مارکس کی فکر اور کمیونسٹ پارٹی کی تحریک پر لینن نے اکتوبر 1971ء میں یہاں پر اشتراکی انقلاب برپا کیا۔ اس انقلاب کے دیگر مظاہر کے ساتھ دو چیزیں یہ بھی روسی فضاؤں میں مسلط ہوئیں کہ مذہب افیون ہے اور مذہبی تعلیمات کا مذاق اڑانا ترقی پسندی ہے۔ دوسرا یہ کہ الٰہی ہدایت کے تحت انسان کے باہمی تعلقات میں بالخصوص نکاح کے تصورات کو فرسودہ اخلاقیات کا کباڑ خانہ قرار دینا روشن خیالی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اشتراکی انقلابیوں نے ایسے خانگی معاہدے کی بنیاد رکھی۔ جس کی پابندی میں صنفی خود اختیاریت تھی اور صنفی آزادروی کی کوئی حد نہ تھی۔ مغرب کے اسی آزاد خیال معاشرے کے ایک دانش ور ڈاکٹر لیونڈ کیتایف سمائک (Leonid kitaev smyk) کا یہ مختصر مضمون روزنامہ پراودا (انگریزی) ماسکو، 5 مئی 2008ء میں شائع ہوا۔ موصوف پیشے کے اعتبار سے ماہر نفسیات ہیں اور رشین اکیڈمی آف سائنسز میں رشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف کلچرالوجی کے سینئر محقق ہیں۔ ان کا یہ مضمون عبرت کا جہاں سمیٹے ہوئے ہے۔

اسلام نے حیاء، حجاب، ستر غض بصر اور کھلے چھپے میں فکری پاکیزگی کا قانون عطا کیا ہے اور اس کے نفاذ کے لیے ہر فرد کو ذمہ دار، پابند اور جواب دہ قرار دیا ہے۔ پھر ریاست کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سونپی ہے کہ اسی میں انسانیت کی فلاح ہے۔ مادر پدر آزادی کے مغربی نعروں کی جانب لپکتے خواتین وحضرات کے لیے خود مغرب سے بلند ہوتی اس چیخ میں ایک پیغام ہے۔ خاص طور پر ان خواتین کے لیے کہ جنہوں نے جانے یا ان جانے میں بے حیائی کے تصور وعمل کو معمولی چیز سمجھا ہے۔ انجام کار ہمارے ہاں خواتین میں آدھے یا پورے عریاں بازوؤں کی پوشاکیں، اونچی شلواریں، قمیصوں کے بلند چاک، تنگ پتلونیں، کھلی شرٹس، باریک کپڑے، منی اسکرٹس کا رواج روز افزوں ہے۔ دوسری طرف انٹرنیٹ کیفوں کے پہلو بہ پہلو فحش ویڈیو سی ڈیز، کیبل سروس کی فراہم کردہ واہی تباہی، مخلوط تعلیم کی سلگتی بھٹیاں، ہیجان انگیز اشتہار بازی اور ہورڈنگز کی یلغار ہے۔ ان تمام چیزوں کی ذمہ داری ہمارے معاشرے کی سیاسی، انتظامی، مذہبی، سماجی، تعلیمی، تجارتی اور ابلاغی اداروں پر بھی آتی ہے ہمارے معاشرے کو پراودا کے اس مضمون میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہئے۔ یہ مسئلہ محض دین اور اخلاق کا نہیں، بلکہ اس کے ساتھ خود انسانی زندگی اور معاشرت کی بنیادیں وابستہ ہیں (مترجم)

مردوں میں بہت سی بیماریوں کا ایک بڑا سبب عورتوں کا ہیجان انگیز لباس پہننا اور اشتعال انگیز رویہ اختیار کرنا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب رفتہ رفتہ ایک ایسے معاشرے میں ڈھل رہی ہے، جس میں مرد صنفی طور پر غیر مطمئن، جسمانی طور پر غیر فعال اور غیر صحت مند زندگی گزار رہے ہیں۔

امریکی تحقیق کاروں کی 30 سالہ تحقیق کے مطابق 60 سال کی عمر سے زیادہ (مغربی) مردوں کی 80 فیصد تعداد جن مختلف بیماریوں میں گھری ہوئی ہے اور اس میں سب سے بڑی بیماری مثانے کے غدود (پراسٹیٹ گلینڈ) کا کینسر ہے۔ 30 سال سے بڑی عمر کا ہر تیسرا امریکی یا یوروپی مرد مثانے کے غدود کی بیماری کا شکار

ہے۔ تاہم مشرق میں بسنے والے مسلمانوں میں صورت حال یکسر طور پر اس کے برعکس ہے۔ عرب اور مسلم دنیا میں پراسٹیٹ کینسر کا مرض بالکل نچلی سطح پر ہے۔ اس فرق کے بارے میں عام طور پر سائنسدانوں کا خیال یہی ہے کہ اس کے اسباب میں موسمی حالات اور کھانے پینے کے مشرقی لوازمات کو عمل دخل ہے۔'' مگر میرے خیال میں ان سائنس دانوں نے مذکورہ ہوش ربا چیلنج کی درست تشخیص نہیں کی ہے۔ ہمارے مطالعہ و تحقیق کے مطابق معاملہ دراصل یہ ہے کہ ترقی یافتہ دنیا میں جنسی انقلاب کی شاہراہ پر دوڑتی عورت اشتعال انگیز لباس سے اپنا تن ڈھانپنے کی ناکام کوشش کررہی ہے' جب کہ مشرقی (مسلمان) عورت اب بھی گاؤن ڈھیلا اور ساتر لباس پہن رہی ہے۔ یہ ہے بنیادی سبب اس فرق کا۔

اس معاملے میں تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ گلیوں اور شاہراہوں پر چلتے ہوئے مرد صنفی طور پر سخت ناآسودگی کا شکار ہوتے ہیں۔ جس کا ایک بڑا سبب عورتوں کے جسم کے عریاں حصے دیکھنا ہے۔ باریک' مختصر لباس اور منی اسکرٹ وغیرہ انہیں ہیجانی سطح پر سخت متاثر کرتے ہیں۔ عورتوں کے یہ جدید فیشن مردوں کو جنسی بھوک میں مبتلا کرتے ہیں۔ اس کا علاج ویسے ہی بہت کم درجے میں ممکن ہے' بھلا اس ہیجانی بیماری کا علاج بھی کیا تجویز کیا جائے؟ تاہم اس کھیل کو بس ایک حیوانی ڈراماہی کہا جاسکتا ہے۔ اب اگر ایک مرد کمزور ہے تو عورت اسے مسترد کردیتی ہے اور پھر یہی مرد ناطاقتی (امپوٹینس) اور براسٹیٹ سے متعلق بیماریوں کی گرفت میں آجاتا ہے دیکھا جائے تو موجودہ زمانے کے 70 فیصد مردوں میں ناطاقتی دراصل مستقل طور پر متضاد رویوں اور ناآسودہ جنسی انتشار کے خلاف قدرت کا خودکار دفاعی ردعمل ہے۔ اور اب مستقل شکل اختیار کرتا جارہا ہے۔

اسی طرح یہ پہلو بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ (مغربی عورتیں اپنے جسم دکھاتے لباسوں اور عریاں پنڈلیوں کے ذریعے مردوں کی قبریں کھوددیتی ہیں۔ ذرا دیکھئے' بظاہر ایک بھلی سی لڑکی' ہیجان انگیز وضع قطع کے ساتھ اپنے ایک دوست کی خوشی کے لیے گھر سے خراماں خراماں نکلتی ہے' لیکن اپنے جلوؤں سے راستے بھر میں ایک درجن سے زیادہ مردوں کو (بلاوجہ) ذہنی اور صنفی اذیت میں مبتلا کرتی چلی جاتی ہے۔ یوں عریانی وبرہنگی کے یہ کھلے ہتھیار بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے (ماس ڈسٹرکشن) کا کام کرجاتے ہیں۔ اس طرح یہ سارا عمل' مغربی تہذیب کو ایک مضمحل معاشرے کے سپرد کردیتا ہے۔

جنسیات کے ماہرین کے نزدیک مردوں میں کمزوری (امپوٹینس کو بڑھانے کا بڑا سبب حسب ذیل سرگرمیاں ہیں: شہوت اور جنسی ہیجان سے بھرپور ویڈیو فلمیں انٹرنیٹ اور عریانی وفحاشی پر مبنی مواد دیکھنے کے لیے تجسس آمیز تفتیش' مختصر لباسوں میں ملبوس چلتی پھرتی عورتیں' فحش رسائل' اور کتب' برہنہ رقص' کے کلب وغیرہ۔ مذکورہ اخبار میں اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک قاری نے لکھا: ''خیال کیجئے یہ تحریر کسی مذہبی مولانا کی نہیں ہے۔'' دوسرے نے لکھا'' ان چیزوں کا منفی اثر زیادہ تر نوجوان مرد پر ہوتا ہے۔'' تیسرے نے لکھا اس تباہی کا ایک بڑا سبب خود شراب بھی تو ہے۔'' ☆☆☆

بقیہ ...... سوال و جواب

س : زید نے مکان خریدا جس کی قیمت ایک لاکھ سے اوپر ہے مکان کرایہ پر اٹھادیا گیا، کیا مکان کی خریداری پر زکوٰۃ دینا ہوگا، یا اس کے کرایہ کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟

ج : جن روپیوں سے مکان خریدا ہے، اگر ان پر سال گزر چکا تھا تو ان روپیوں پر ڈھائی فیصد کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوگئی تھی، اور مکان خرید لینے کے باوجود یہ زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی پھر اب مکان کی مالیت پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، البتہ اس کا کرایہ خود ہی یا دوسرے اموال کے ساتھ مل کر نصاب تک پہونچ جاتا ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی (شامی ۲/۷ تا ۹، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۵۰)

●●

دنیا کی بے ثباتی

حضرت علیؓ کا ایک اثر آفریں خطبہ

میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں، اس لئے کہ یہ بظاہر شیریں و خوش گوار، تروتازہ شاداب ہے۔ نفسانی خواہشات اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی جگہ میسر آجانے والی نعمتوں کی وجہ سے لوگوں کو محبوب ہوتی ہے اور اپنی تھوڑی سی (آرائشوں) سے مشاق بنالیتی ہے۔ وہ (جھوٹی) امیدوں سے سجی ہوئی اور دھوکے اور فریب سے بنی سنوری ہوئی ہے۔ نہ اس کی مسرتیں دیرپا ہیں اور نہ اس کی ناگہانی مصیبتوں سے بے فکر رہا جاسکتا ہے۔ وہ دھوکہ باز، ضرررساں، ادلنے بدلنے اور فنا ہونے والی ہے، ختم ہونے والی، اور مٹ جانے والی ہے، کھاجانے اور ہلاک کردینے والی ہے۔ جب یہ اپنی طرف مائل ہونے والوں اور خوش ہونے والوں کی انتہائی آرزوؤں تک پہنچ جاتی ہے، تو بس وہی ہوتا ہے جو اللہ سبحانہ نے بیان کیا ہے: (اس دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے) ''جیسے وہ پانی جسے ہم نے آسمان سے اتارا، تو زمین کا سبزہ اس سے کھل گیا اور (اچھی طرح پھلا پھولا) پھر سوکھ کر تنکا تنکا ہوگیا، جسے ہوائیں (ادھر سے ادھر) اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (الکہف ۱۸-۴۵)۔

جو شخص اس دنیا کا آرام پاتا ہے تو اس کے بعد اس کے آنسو بھی بہتے ہیں اور جو شخص دنیا کی مسرتوں کا رخ دیکھتا ہے، وہ مصیبتوں میں ڈھکیل کر اس کو اپنی بے رخی بھی دکھاتی ہے۔ اور جس شخص پر راحت و آرام کے ہلکے ہلکے چھینٹے پڑتے ہیں، اس پر مصیبت وبلا کے طوفان بھی آتے ہیں۔ یہ دنیا ہی کے مناسب حال ہے کہ صبح کو کسی کی دوست بن کر اس کا (دشمن سے) بدلہ چکائے اور شام کو یوں ہوجائے کہ گویا کوئی جان پہچان ہی نہ تھی۔ اگر اس کا ایک گھونٹ شیریں وخوش گوار ہے تو دوسرا حصہ تلخ اور بلا انگیز، جو شخص بھی دنیا کی تروتازگی سے اپنی کوئی تمنا پوری کرتا ہے تو وہ اس پر مصیبتوں کی مشقتیں بھی لاددیتی ہے۔ جس کی شام امن وسلامتی کے بال وپر کی حامل ہوتی ہے، اس کی صبح خوف کے پروں پر ہوتی ہے۔ وہ دھوکہ باز ہے اور اس کی ہر چیز دھوکا، وہ خود بھی فنا ہوجانے والی ہے اور اس میں رہنے والا بھی فانی ہے۔ اس کے کسی سامان میں، سوائے زادِ تقویٰ کے کوئی بھلا نہیں ہے۔

اس سے جو شخص کم حصہ لیتا ہے، وہ اپنے لئے راحت کے سامان بڑھالیتا ہے، اور جو کوئی دنیا کو زیادہ سمیٹتا ہے، وہ اپنے لئے تباہ کن چیزوں کا اضافہ کرلیتا ہے، (حالانکہ) اسے اپنے مال ومتاع سے بھی جلد ہی الگ ہونا ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے دنیا پر بھروسہ کیا اور اس نے انہیں مصیبتوں میں ڈال دیا، کتنے ہی اس پر بھروسہ کئے بیٹھے تھے جنہیں اس نے پچھاڑ دیا، کتنے ہی رعب و طنطنے والے تھے جنہیں حقیر وپست بنادیا، اور کتنے ہی نخوت وغرور والے تھے جنہیں ذلیل کرکے چھوڑا۔ اس کی بادشاہی دست بدست منتقل ہونے والی چیز، اس کا سرچشمہ گدلا، اس کا خوش گوار پانی کھاری، اس کی حلاوتیں ایلوا (کی مانند تلخ) ہیں۔ اس کے کھانے زہر ہلاہل، اور اس کے اسباب وذرائع کے سلسلے بودے ہیں۔ زندہ رہنے والا معرض ہلاکت میں ہے اور تندرست کو بیماریوں کا سامنا ہے۔ اس کی سلطنت چھن جانے والی، اس کا زبردست زیردست بننے والا، مالدار بدبختوں کا ستایا ہوا اور ہمسایہ لٹا لٹایا ہوا ہے۔ پھر اس کے بعد سکرات اور یوم جزا میں پیش ہونے کے مشکل مراحل درپیش ہوں گے: ''تاکہ اللہ برائی کرنے والوں کو ان کے عمل کا بدلہ دے، اور ان لوگوں کو اچھی جزاء سے نوازے جنہوں نے نیک رویہ اختیار کیا ہے۔'' (النجم ۵۳-۳۱)۔

کیا تم انہی سابقہ لوگوں کے گھروں میں نہیں بستے جو لمبی عمروں والے، پائیدار نشانیوں والے بڑی بڑی امیدیں باندھنے والے، زیادہ گنتی وشمار والے اور بڑے لاؤ لشکر والے تھے؟ وہ دنیا کی کس طرح پرستش کرتے رہے، اور اسے آخرت پر کیسی کیسی ترجیح دیتے رہے۔ پھر بغیر کسی ایسے زادوراحلہ کے جو انہیں راستہ طئے کر کے منزل تک پہنچاتا چل دے۔ کیا تمہیں کبھی یہ خبر پہنچی ہے کہ دنیا نے ان کے بدلے میں کسی فدیے کی پیش کش کی یا انہیں کوئی مدد بہم پہنچائی ہو یا اچھی طرح ان کے ساتھ رہی ہو؟ بلکہ اس نے تو ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے، آفتوں سے انہیں عاجز ودرماندہ کر دیا اور لوٹ لوٹ کر آنے والی زحمتوں سے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ناک کے بل انہیں خاک پر پچھاڑ دیا اور اپنے کھروں سے کچل ڈالا اور ان کے خلاف حوادث زمانہ کا ہاتھ بٹایا۔

تم نے دیکھا ہے کہ ذرا دنیا کی طرف جھکا اور اسے اختیار کیا اور اس سے لپٹا تو اس نے (اپنے تیور بدل کر ان سے کیسی) اجنبیت اختیار کر لی یہاں تک کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے جدا ہو کر چل دیئے اس نے انہیں بھوک کے سوا کچھ زادراہ نہ دیا، اور ایک تنگ جگہ کے سوا کوئی ٹھہرنے کا سامان نہ کیا، اور سوائے گھپ اندھیرے کے کوئی روشنی نہ دی اور ندامت کے سوا کوئی نتیجہ نہ دیا، تو کیا تم اسی دنیا کو ترجیح دیتے ہو، یا اسی پر مطمئن ہو گئے ہو، یا اسی پر مرے جا رہے ہو؟ ارشاد خداوندی ہے: ''جو لوگ بس اس دنیا کی زندگی اور اس کی خوش نمائیوں کے طالب ہوتے ہیں ان کی کارگزاری کا سارا پھل ہم یہیں ان کو دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی، مگر آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے (وہاں معلوم ہو جائے گا) جو کچھ انہوں نے دنیا میں بنایا وہ سب ملیامیٹ ہو گیا اور اب ان کا سارا کیا دھرا محض باطل ہے'' (ہود:۱۱:۱۵۔۱۶)

جو دنیا پر اعتماد کرے اور اس میں بے خوف وخطر ہو کر رہے اس کیلئے یہ بہت برا گھر ہے۔

جان لو، اور حقیقت میں تم جانتے ہو کہ (ایک نہ ایک دن) تمہیں دنیا کو چھوڑنا ہے اور یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جو کہا کرتے تھے کہ ہم سے قوت وطاقت میں کون زیادہ ہے۔ انہیں لاد کر قبروں تک پہنچایا گیا مگر اس طرح نہیں کہ انہیں سوار سمجھا جائے، انہیں قبروں میں اتار دیا گیا مگر وہ مہمان نہیں کہلائے۔ پتھروں سے ان کی قبریں چن دیں گئیں اور خاک کے کفن ان پر ڈال دئے گئے اور گلی سڑی ہڈیوں کو ان کا ہمسایہ بنا دیا گیا ہے۔

وہ ایسے ہمسایے ہیں کہ جو پکارنے والے کو جواب نہیں دیتے اور نہ زیادتیوں کو روک سکتے ہیں اور نہ رونے دھونے والوں کی پروا کرتے ہیں۔ اگر بادل (جھوم کر) ان پر برسیں تو خوش نہیں ہوتے اور قحط آئے، تو ان پر مایوسی نہیں چھا جاتی۔ وہ ایک جگہ ہیں، مگر الگ الگ وہ آپس میں ہمسایے ہیں مگر دور دور پاس پاس ہیں، مگر میل ملاقات نہیں۔ قریب قریب ہیں مگر ایک دوسرے کے پاس نہیں پھٹکتے۔ وہ بردبار بنے ہوئے بے خبر پڑے ہیں۔ ان کے بغض وعناد ختم ہو گئے اور کینے [illegible] کا اندیشہ ہے۔ نہ کسی تکلیف کے دور کرنے کی توقع ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ''سو دیکھ لو، ان کے مسکن پڑے ہوئے ہیں جن میں ان کے بعد کم ہی کوئی بسا ہے، آخر کار ہم ہی وارث ہو کر رہے۔'' (القصص 28-58)

انہوں نے زمین کے اوپر کا حصہ اندر کے حصے سے اور کشادگی اور وسعت تنگی سے اور گھر بار پردیس سے اور روشنی اندھیرے سے بدل لی ہے اور جس طرح ننگے پیر اور ننگے بدن پیدا ہوئے تھے، ویسے ہی زمین میں (پیوند خاک) ہو گئے اور اس دنیا سے صرف عمل لے کر ہمیشہ کی زندگی اور سدا رہنے والے گھر کی طرف کوچ کر گئے جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے: **کما بداء نا اول خلقٍ نعیدہ وعداً علینا انا کنا فاعلین** (الانبیاء۲۱:۱۰۴) جس طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا، اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے، اس وعدے کو پورا کرنا ہمارے ذمے ہے، اور ہم اسے ضرور پورا کر کے رہیں گے۔ (نہج البلاغہ)

شہزادی اسماء زریں

بچوں سے بحث ومباحثے کا وقت گزر گیا

ان کے مسائل آج کے تناظر میں سمجھیں ہی نہیں انہیں حل بھی کریں

ہر والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے ان کی ہر بات مانیں ہر خواہش پوری کریں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب بچوں کی پرورش مثالی ماحول میں کی جائے۔ آج کل عموماً والدین کو شکایت ہوتی ہے کہ بچے ان کی بات سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ بچوں کو کس طرح راہ راست پر لایا جا سکتا ہے اس ضمن میں کچھ ہماری باتو پر عمل کریں پھر دیکھیں بچے کس طرح آپ کی بات مانتے ہیں۔

اگر آپ امید کرتے ہیں کہ بچے ہر کام مقررہ وقت پر کریں۔ صبح جلدی بیدار ہوں تو والدین پہلے خود وقت کی پابندی کریں کیوں کہ بچے جو دیکھتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ اگر والدین اچھی عادتوں کے مالک ہوں گے تو بچے آپ کے کہے سنے بغیر انہیں اپنائیں گے۔

والدین کا رویہ

بعض اوقات والدین بچوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ یہ انتہائی غلط رویہ ہوتا ہے۔ اگر بچے کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے اور آپ کام میں مصروف ہیں تو سب کام چھوڑ کر بچے کی بات کو سنیں اور اس پر بھر پور توجہ دیں اگر آپ بچے کی بات کو نہیں سنیں گے تو پھر بچہ بھی آپ کی بات کو سنی ان سنی کر دے گا۔ اور آپ کی بات پر عمل نہیں کرے گا۔ آپ کا اچھا رویہ ہی اسے آپ کی بات سننے اور اسے ماننے پر مجبور کرے گا۔

بحث ومباحثہ نہ کریں

اگر آپ کا بچہ کمپیوٹر پر گیم کھیل رہا ہے اور اسکول کے ہوم ورک کا ٹائم بھی ہو گیا ہو تو بچے پر واضح کر دیں کہ اب آپ کے ہوم ورک کرنے کا وقت ہے میں کچن میں کام کرنے جا رہی ہوں اور جب میں کچن سے واپس آؤں تو آپ مجھے ہوم ورک کرتے ہوئے ملیں اس ضمن میں بچے کو بحث کا موقع بالکل نہ دیں نیز وہ کسی بات پر بحث کے موڈ میں ہو تو اسے اطمینان سے سمجھائیں کہ بحث کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

ایک بات کو بار بار نہ دہرائیں

بچوں کو بچپن ہی سے والدین کا کہنا ماننا چاہئے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب آپ ان پر توجہ دیں گے۔ انہیں اپنے کام کرنے کا عادی بنائیں مثلاً بچوں سے صرف ایک بار کہیں جب تک آپ کا کمرا صاف نہیں ہوگا اس وقت تک آپ کارٹون نہیں دیکھ سکتے اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ جب تک بچہ اپنا کمرہ صاف نہ کرے اس وقت تک کارٹون نہ دیکھنے دیں۔ اپنی بات کو بار بار نہ دہرائے اس طرح بات کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے ایک دفعہ کہہ کر خاموش ہو جائیں اور دیکھیں کہ وہ کیا کرتا ہے یا آپ کی بات پر اس کا ردعمل کیا ہے۔

بچے کی پسند وناپسند کو ضرور مدنظر رکھیں

آج کل ماؤں کو بہت شکایت ہوتی ہے کہ ان کا بچہ کھانا شوق سے نہیں کھاتا یا کھاتے وقت بہت تنگ کرتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ بچوں کی پسند کا کھانا پکائیں جو چیز وہ بہت شوق سے کھاتے ہیں اسے بار بار نہ بنائیں بلکہ بچوں سے پوچھ کر ان کی پسند کے کھانے پکائیں اس طرح بچے خوش ہو جائیں گے اور کھاتے وقت نخرے نہیں دکھائیں گے یوں آپ کا یعنی بچوں کے کھانے کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

بچوں کے مسائل کو نظر انداز نہ کریں

آپ لاکھ تھک گئے ہوں مگر بچوں سے ان کے اسکول کے بارے میں دوستوں کے بارے میں ہوم ورک کے بارے متعلق ضرور بات کریں۔ ان سے دن بھر کی روداد سنیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے مسائل فوری طور پر حل کریں تاکہ وہ پر سکون رہ کر اپنی پڑھائی پر توجہ دیں ان کے مسائل کو نظر انداز ہر گز نہ کریں۔

(بقیہ صفحہ......۳۳......پر)

حفصہ انصاف قریشی

خواتین کے مقام اور حقوق کا مسئلہ

خواتین کے مقام اور حقوق کا مسئلہ ہمیشہ سے فلسفیوں، مذہبی علماء، سیاسی و سماجی رہنماؤں اور دانشوروں کی توجہ کا مرکز بنا رہا ہے اور اس مسئلے کے اب تک حل نہ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ مسائل کو پیدا کرنے والوں سے ہی مسائل کو حل کرنے کی توقع کی جا رہی ہے۔ شاید اسی لیے عورتوں کی جانب سے اس طرح کا ردعمل سامنے آیا ہے کہ عورتوں کا تعلق زہرہ سیارے سے اور مردوں کا مریخ سے ہے۔ یعنی دونوں بالکل مختلف ہیں اور ایک دوسرے کو سمجھ نہیں سکتے۔ جب آپ کسی کے خیالات و محسوسات اور ضروریات کو سمجھ ہی نہیں سکتے تو اس کے مسائل حل کیسے کریں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ فیصلہ سازی میں عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہونا چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ "فرق" کو سمجھنا ضروری ہے۔ مرد اور عورت کے باہمی فرق کو سمجھے بغیر حقوق کی بات کرنا فائدہ کے بجائے نقصان کا باعث ہوگا۔ حقوق نسواں کی تحریک کی تاریخ دیکھ لیجئے۔ ابتداء سے باہمی فرق کو سمجھے بغیر مساوی حقوق کی بات کی گئی اور اس بات پر اصرار کیا گیا کہ ہر وہ کام جو مرد کرتا ہے وہ عورت بھی کرے گی، خواہ وہ کام اس کی جسمانی ساخت اور استعداد سے مطابقت رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔ اس سے ہم نے یہ سبق سیکھا کہ مساوات کا مطالبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اور دوسرے کے ساتھ انصاف کرنا چاہئے۔ ہم مساوی حقوق کے طلب گار ہیں۔ مگر انصاف کے ساتھ۔

صدیوں سے معاشرے میں تقسیم کار کچھ ایسی رہی کہ باہر کے کام مردوں اور گھر کے کام عورتوں کی ذمہ داری سمجھے گئے حالانکہ عام عورت شروع سے زرعی کاموں میں شریک رہی، مگر اعلیٰ طبقے کی عورتوں کو حویلیوں اور متوسط طبقے کی عورتوں کو گھروں میں بند رکھا گیا۔ بہرحال صنعتی دور کے تقاضوں کے تحت عورتوں نے گھروں سے باہر نکلنا شروع کیا تو پرانے طور طریقوں میں تبدیلی آنا شروع ہوئی، مگر مردوں کے لیے آج بھی اس بات کو تسلیم کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے کہ جب عورت گھر سے باہر نکل کر ان کے ساتھ کام کر رہی ہے تو انہیں بھی گھر میں عورت کے ساتھ کاموں میں ہاتھ بٹانا چاہئے۔ اکثر حضرات کو عورت کی ملازمت پر اعتراض نہیں ہوتا لیکن اس کی ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ عورت اپنا پرانا گھریلو کردار بھی اسی طرح نبھاتی رہے اور خود وہ گھر میں تنکا بھی نہ توڑیں۔ جدید دور کی عورت کے مسائل کا آغاز اسی نکتے سے ہوتا ہے۔ ان مسائل کو حل کرنے کیلئے سول سوسائٹی کی جانب سے عورتوں کو فیصلہ سازی میں شامل کرنے اور منتخب اداروں میں نمائندگی دینے کا مطالبہ کیا جاتا رہا ہے۔

کون کہتا ہے عورت مظلوم ہے وہ خود اپنے ظلم کا شکار ہے۔ 8 مارچ کو عالمی یوم خواتین بہت زور و شور سے منایا جاتا ہے۔ جس میں مختلف شعبوں سے منسلک نامور خواتین اپنی صنف کی حمایت میں تقریر کرتی ہیں۔ ریلیاں نکالی جاتی ہیں۔ سیمینار منعقد ہوتے ہیں۔ جن میں عموماً بتایا جاتا ہے کہ خواتین مرد کے ظلم کا شکار ہیں۔ کوئی شوہر اپنی بیوی کو مارتا پیٹتا ہے تو کوئی اپنی بیٹی کو تعلیم دینے سے بے بہرہ رکھتا ہے کہیں خواتین کو چہار دیواری میں قید کر لیا جاتا ہے تو کہیں عزت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ آج کل کے دور میں ہر شخص ان مسائل کو جانتا ہے (یہ الگ بات ہے کہ یہ مسائل آج تک حل نہ ہو سکے) اس کے باوجود بھی

ہر سال یہ مسائل اٹھائے جاتے ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ خواتین اب بھی ویسی ہی زندگی گزار رہی ہیں جیسی آج سے ایک صدی پہلے تک گزارا کرتی تھیں ٹھیک ہے۔ تمام مسائل مردوں کی وجہ سے ہیں۔ مرد عورت پر مختلف طریقوں سے ظلم کرتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ایک مرد کی تربیت تو ایک عورت ہی کرتی ہے نا۔ ایک عورت کو اپنی اولاد کی تربیت ایسی کرنی چاہئے کہ جس سے مرد کی سوچ میں توازن پیدا ہو۔ ماں اپنے بیٹے کو خواتین کی عزت کرنا سکھائے خواتین کے حقوق سے روشناس کرائے بچوں سے مساوی سلوک کرے۔ بیٹے کو بیٹی پر فوقیت نہ دے۔ بیٹا اگر بہن پر بے جا پابندیاں لگائے تو اسے منع کرے۔ بے جا بیٹے کی حمایت نہ کرے۔ یہ ایک ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت ایسے پیرائے میں کرے کہ ان کی شخصیت میں کوئی خامی، کوئی کمی نہ ہو تا کہ مرد عورت کے حقوق کو سمجھے اور مندرجہ بالا مسائل ختم ہو جائیں۔

آئے دن دیکھنے اور سننے میں آتا ہے کہ عموماً خواتین بیٹوں کو بیٹیوں پر فوقیت دیتی ہیں ان کی حمایت کرتی ہیں۔ اکثر کسی بات کی اجازت بیٹیوں کو نہیں دی جاتی، لیکن بیٹوں کو دے دی جاتی ہے۔

گھر کا ماحول بھی بچوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اکثر خواتین ساس، نندوں، بھاوج کی شکایت کرتی ہیں۔ اس کا بھی بچوں پر منفی اثر پڑتا ہے اور وہ خواتین کو برا یا غلط سمجھتے ہیں۔ یہاں ایک عورت بالواسطہ طور پر ایک عورت پر ظلم کی وجہ بنتی ہے۔ جب کہ ایک عورت ہی ایک عورت پر بلاواسطہ ظلم کرتی ہے۔ ایک ساس، بہو کے اوپر ظلم کرتی ہے۔ ساس بھی عورت، بہو بھی عورت، ظلم کی وجہ کچھ بھی ہو سکتی ہے چاہے وہ کم جہیز لانا ہو یا میکے والوں کو اپنے گھر بلانا ہو چاہے خراب کھانا بنانا ہو یا گھومنے پھرنے جانا ہو۔ ساس نندوں کو ایسی کئی باتوں پر اعتراض ہوتا ہے اور یوں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔

اکثر یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ لڑکا خوشی خوشی اپنی پسند سے شادی کرتا ہے مگر بعد میں بیوی کی ماں سے نہ بننے کی وجہ سے طلاق بھی دے دیتا ہے یا ماں کے ساتھ مل کر قتل بھی کر دیتا ہے۔ اس میں قصور وار کون۔ ماں یا بیٹا؟

اکثر اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ماں بیٹے کو دوسری شادی کا مشورہ دیتی ہے۔ اس صورت میں ظالم کون ہے۔؟ ایک عورت جانتے بوجھتے شادی شدہ مرد سے شادی کرتی ہے۔ قصور وار کون؟ ایسی صورت میں عورت کے عورت پر ظلم کے خلاف کوئی کیوں کچھ نہیں کہتا۔ ہمیشہ مرد کو ہی کیوں قصور وار ٹھہرایا جاتا ہے۔

غور طلب بات یہ بھی ہے کہ ایک ساس، بہو پر ظلم کرتی ہے مگر جب ان کی بیٹی پر کوئی آنچ آئے تو وہ اپنی تمام دولت بیچ کر بھی بیٹی کو خوش کرتی ہے۔ کیوں؟ کیا اس کی بہو کسی کی بیٹی نہیں یا اس کی بیٹی کسی کی بہو نہیں ہے؟ بصورت دیگر، وہ اپنی بہو پر ظلم کرنے لگے گی کہ جب اس کی بیٹی خوش نہیں تو کسی اور کی بیٹی کیسے خوش رہ سکتی ہے۔

یہ ہی نہیں کئی اور مثالیں بھی ہیں کہ کیسے عورت بالواسطہ یا بلاواسطہ عورت کے ظلم کا شکار ہوتی ہے۔ چاہے وہ ساس، بہو، سوتن، یا سوتیلی ماں کے روپ میں ہو مالک اور نوکرانی کے روپ میں ہو، لیکن سوچنا یہ ہے کہ اس روایت، اس ظلم کو کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے ایسے سیمینار، تقریریں، ریلیاں منعقد کرنے کا کیا فائدہ جس میں مردوں کو قصور وار ٹھہرا کر عورتوں کو ہر بات سے بری الذمہ یا مظلوم قرار دیا جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عورت کو صرف یہ نہ بتایا جائے کہ وہ اپنے جائز حقوق کیسے حاصل کرے بلکہ، یہ بھی بتایا جائے کہ اس کا فرض کیا ہے۔ یہ عورت کا بھی فرض ہے کہ اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرے، خصوصاً بیٹوں کو بہنوں کی عزت کرنا سکھائے اور خود کسی عورت پر ظلم نہ کرے تا کہ کسی مرد کو عورت پر ظلم کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔

یہاں مرد کو معصوم اور ہر الزام سے بری الذمہ قرار دینا مقصود نہیں ہے۔ کیوں کہ بہرحال مرد بھی قصور وار ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عورت اپنے حقوق کے ساتھ اپنے فرائض کی انجام دہی بھی احسن طریقے کرے۔ ☆☆☆

مولانا مجیب الدین قاسمی

جمع قرآن کا تاریخی پس منظر

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسانوں کی رہنمائی کے لئے ابتدائے آفرینش ہی سے رجال اللہ (انبیائے کرام) اور کتاب اللہ (آسمانی کتابوں) کا سلسلہ جاری فرمایا' انسانیت کی رہبری اور دستگیری کے لئے ہر دور کے نبی اور رسول کو اس وقت کے مناسب اور مشہور اشیاء کو بطور معجزہ کے عطا فرمایا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں ''سحر'' کا چرچا تھا تو اللہ نے ان کو عصائے موسیٰ اور ید بیضاء کا معجزہ عطا کیا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فن طب'' عروج پر تھا تو ان کو نا بینا کو بینا کردینے اور پیدائشی کوڑھ وبرص کے مریضوں کو شفایاب کرنے کا فن' طب سے متعلق معجزہ عنایت فرمایا' اسی طرح دیگر انبیاء کو اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے معجزے عطا کئے گئے' آخر میں تاجدار مدینہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زبان وبیان' فصاحت وبلاغت اور کلام وشعر گوئی کا فن اہل عرب کا محبوب مشغلہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام فصحاء وبلغاء کو سرنگوں کردینے والا چیلنج دیا اور بلاغت وفصاحت کے اعلیٰ معیار پر فائز کتاب معجزہ قرآن کریم سے نبی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا اور تمام اہل زبان کو گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور کردیا۔

قرآن کریم درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات' اس کی کمالات اور اس کی قدت کے نمایاں افعال کو ظاہر کرتا ہے' قرآن کریم کو یہ شرف حاصل ہے کہ خود صاحب کلام نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا اور فرمایا ''بیشک ہم ہی نے اس نصیحت والی کتاب (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں'' (سورۃ الحجر:۹) یہ اعزاز اس سے قبل نازل شدہ کسی بھی آسمانی کتاب کو حاصل نہیں تھا' چنانچہ قرآن کریم کے علاوہ جتنی بھی کتابین نازل ہوئی' خواہ وہ توریت وانجیل اور زبور ہو یا پھر انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل کیے ہوئے صحیفے ہوں' کسی بھی کتاب یا صحیفہ کو یہ خصوصیت نہیں تھی' یہ اعزاز تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کو حاصل ہے' جو آخری اور محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی' اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کی تکمیل اس طرح فرمائی کہ اپنی کتاب کی حفاظت کے لیے سینکڑوں لاکھوں حفاظ کرام پیدا کردیئے اور اس کتاب مبین کے حفظ کو اس قدر سہل کردیا کہ کم عمر چھوٹے چھوٹے معصوم بچے مکمل تیس پارے بآسانی یاد کرلیتے ہیں اور ماہ صیام میں مساجد وغیرہ میں پوار پوار قرآن مجید کتابی شکل میں محفوظ کردیا گیا۔

کتابت قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتبین وحی کو حکم فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت کی فلاں آیت سے پہلے یا بعد میں لکھ دو' صحابہ کرام تعمیل حکم میں یہ کام انجام دیتے' چنانچہ مشہور کاتب حضرت زید بن ثابتؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلاکر نازل شدہ آیت کو لکھوا لیتے تھے اور حضرت زید بن ثابتؓ اس آیت کو کسی کاغذ کے ٹکڑے یا کسی ہڈی یا کھجور کی لکڑی اور پتہ پر یا کسی جانور کے چڑے یا پتھر اور اس طرح کی مختلف چیزوں پر لکھ لیتے تھے اور اس طرح تمام قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی میں محفوظ ہو گیا تھا' لیکن اس کے باوجود بھی اصل دارومدار حفظ پر ہی تھا' بے شمار صحابہ کرامؓ قرآن کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں جمع قرآن:

حضرت زید بن ثابتؓ سے منقول ہے کہ جنگ یمامہ کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مجھے بلایا میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ ان کے پاس حضرت عمر بن الخطابؓ موجود ہیں' حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ مجھ سے فرمانے لگے کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ ''جنگ یمامہ'' میں کافی حفاظ وقراء قرآن شہید ہوگئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آئندہ غزوات میں بھی قراء اسی طرح شہید نہ ہوجائیں اور اسکے سبب قرآن مجید کا بہت سارا حصہ ضائع ہوجائے' اس لیے میری رائے ہے کہ آپ قرآن کو(تختیوں' ہڈیوں' پتھروں' پتون مختلف چیزوں سے نقل کرواکر) ایک ہی جگہ جمع کردینے کا حکم صادر فرمائیں' اس پر میں نے عمر سے کہا کہ ہم وہ کام کیسے کرسکتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا؟

حضرت عمرؓ نے کہا بخدا! یہ کام تو بہتر ہی بہتر ہے' حضرت عمر برابر میری اس بات کا یہی جواب دیتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کے متعلق میرا سینہ بھی کھول دیا اور اس بارے میں میری رائے بھی وہی قائم ہوگئی جو عمرؓ کی رائے تھی' حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ سارا قصہ بیان فرماکر حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا تم ایک نوجوان باصلاحیت سمجھدار آدمی ہو اور ہمیں تم پر پورا بھروسہ اور کامل اعتماد ہے' نیز ہم تم پر خیانت وغیرہ کی تہمت بھی نہیں لگاتے ہیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی ہو' اس لیے آپ مختلف چیزوں سے قرآن کی تلاش جستجو کرکے اس کو ایک جگہ جمع کردو' خدا کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے ایک پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینے کا مکلف بناتے تو جمع قرآن کے حکم سے یہ بات میرے لیے زیادہ دشوار اور بھاری نہ ہوتی' حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: آپ حضرات وہ کام کیوں کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: بخدا! یہ کام تو خیر ہے' آپ برابر میرے اس اشکال کا یہی جواب عنایت فرماتے رہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس بات کے لیے کھول دیا جس کے لیے حضرات شیخینؓ (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) کا سینہ کھولا تھا' لہٰذا میں نے مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے قرآنی آیتون اور حفاظ کے سینوں سے قرآن کی تلاش وتتبع کرکے اس کو ایک ہی جگہ جمع کرنا شروع کردیا حتیٰ کہ میں نے سورہ توبہ کی آخری دو آیات صرف حضرت خزیمہ انصاریؓ ہی کے پاس محفوظ ومکتوب پائیں' ان کے علاوہ کسی اور کی پاس یہ دو آیتیں لکھی ہوئی موجود نہیں تھیں' جمع قرآن کے بعد یہ صحیفے ابو بکرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہے' بعدہ حضرت عمرؓ کی زندگی میں ان کی محافظت میں رہے۔ (بخاری:۲/۷۴۵)

صحیفوں سے مصاحف میں منتقلی:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آرمینیا اور آذر بائیجان کی فتح کے موقع پر شامی اور عراقی دونوں ساتھ مل کر معرکہ آرائی میں شریک تھے' وہاں حضرت حذیفہ بن الیمانؓ ان دونوں ممالک کے مسلمانوں کا قرأت میں اختلاف دیکھ کر سخت پریشان ومتعجب ہوئے اور خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین آپ امت مسلمہ کے یہود ونصاریٰ کی طرح باہم مختلف ہونے سے پہلے اس کی خبر گیری فرمالیجئے' یہ سن کر آپ نے حضرت حفصہؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ جو قرآن کے صحیفے آپ کے پاس امانت رکھے ہوئے ہیں انہیں بھیج دیجئے' تاکہ میں ان کو مصحفون میں نقل کرانے کے بعد پھر آپ کے پاس واپس ارسال کردوں' حضرت حفصہؓ نے وہ صحائف حضرت عثمانؓ کو بھجوادیے اور آپ ے حضرت زید بن ثابتؓ عبد اللہ بن زبیرؓ سعید بن العاصؓ اور عبد اللہ بن حارث بن ہشامؓ کو ان کے نقل کرنے پر مامور فرمایا' حضرت عثمان نے اس کمیٹی کے تین صحابہؓ سے کہا کہ جہاں کہیں قرآن کے کسی لفظ یا کلمہ میں تمہارے اور زید بن ثابت کے مابین اختلاف ہوجائے تو وہاں اس لفظ کو بطور خاص قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیوں کہ قرآن اہل قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے' چنانچہ قریشی صحابہ

کی جماعت نے زیدؓ کے ساتھ مل کر حضرت عثمانؓ کے حکم کی تعمیل کی اور جب وہ ان صحیفوں کو مصاحف میں منتقل کر چکے تو حضرت عثمان نے وہ صحائف بدستور حضرت حفصہؓ کے پاس واپس بھیج دیے اور اپنے لکھوائے ہوئے مصاحف میں سے ایک ایک مصحف اسلامی ممالک کے ایک ایک گوشہ اور خطہ میں ارسال فرمادیے اور ان کے علاوہ جو کچھ بھی کسی کے پاس صحیفہ یا مصحف میں قرآن لکھا ہوا تھا' اس کے متعلق حکم فرمایا کہ وہ جلادیا جائے' ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے خارجہ میں زید بن ثابتؓ نے بتایا کہ میں نے اپنے والد گرامی زید کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب ہم مصاحف کی نقلیں تیار کر رہے تھے تو میں نے سورۂ احزاب کی ایک آیت گم پائی جس کو میں رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا ہم نے اس آیت کو تلاش کیا تو خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس اس کو پالیا' وہ آیت یہ تھی "**من المؤمنين رجال صدقوا ماعاهدو الله عليه**" تو ہم نے مصاحف میں اس آیت کو اسی سورت (احزاب) میں شامل کردیا۔ (صحیح بخاری)

ان حضرات صحابہؓ نے پورے قرآن کے کئی نسخے تیار کیے جو ایک روایت کے مطابق پانچ اور دوسری کے روایت کے مطابق آٹھ تھے اور بڑے بڑے شہروں (کوفہ' بصرہ' شام' مکہ' بحرین' یمن' وغیرہ) میں ایک ایک نسخہ روانہ کردیا' ایک نسخہ مدینہ والوں کو بھی افادۂ عامہ کے لیے عطا کیا اور ایک جلد خاص اپنی تلاوت کے لیے رکھ لی اور اسی قرآن کو "امام" کہتے ہیں اور حکم بھیج دیا کہ ان قرآنوں کے علاوہ جو کچھ بھی کسی کے پاس ہے اس کو قیام امن ونظام عالم کی غرض سے جلادیں اور سب ان ہی قرآنوں کے مطابق پڑھیں اور ان قرآنوں کو صحابہؓ نے نقطوں اور حرکتون سے خالی رکھا تھا' تاکہ ایک ہی قران سے وہ سب قرائتیں اور حروف ووجوہ نکل سکیں' جو ان حضرات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی تھیں' اس وقت سے صحابہؓ کے اجماع کی بنا پر یہ بات ضروری قرار دے دی گئی کہ اب جو بھی قرآن پڑھے یا لکھے وہ اس میں ان مصاحف ہی کی متابعت وموافقت کرے' پھر بعد کے زمانہ میں لوگوں کی دشواری کے پیش نظر قرون اخیرہ میں نقطے اور حرکتیں لگائی گئیں (تحفہ حفاظ: ۶۵'۶۶)

رسم الخط کی تعیین حضرت عثمانؓ نے مصاحف میں رسم الخط (طریقۂ کتابت) قریش ہی رکھا تھا کیوں کہ انہوں نے ضروری سمجھا کہ قرآن مجید کے کئی نسخے صرف لغت قریش ہی کے رسم الخط کے موافق غیر منقوط (اعراب ونقطوں کے بغیر) لکھوا کر معلمین کے ساتھ مختلف اطراف وممالک میں بھیجے جائیں تاکہ تمام لوگ ان ہی کے مطابق تلاوت کریں اور اس طرح نظم وضبط اور امن قائم ہوجائے اور لغت قریش کا رسم الخط اس بناء پر اختیار کیا کہ قرآن کا نزول اسی لغت کے مطابق ہوا ہے۔

قراء معلمین کی تدریس وتعلیم: خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ نے آٹھ مصاحف لکھوائے اور ان میں بعض اختلافی الفاظ وکلمات منزلہ کو متفرق طور پر لکھوایا اور یہ مصاحف بارہ ہزار صحابہ کرامؓ کے اجماع سے لکھے گئے' پھر آپ نے ان مصاحف میں سے ایک نسخہ اپنی تلاوت کے لیے رکھ لیا اہل مدینہ کو بھی ایک نسخہ عنایت کیا گیا اور دیگر اسلامی بلادو امصار میں ایک ایک نسخہ روانہ فرمایا' چنانچہ مدنی مصحف کے معلم زید بن ثابتؓ کوفہ کے ابو عبد الرحمٰن سلمی بصرہ کے عامر بن قیس' شام سے مغیرہ بن ابی شہاب اور مکہ کے عبد اللہ سائب تھے' حضرت عثمانؓ نے حکم نافذ کردیا کہ سب لوگ ان ہی قرآنوں کے موافق معلمین سے قرأت سیکھیں' چنانچہ ہر شہر والوں نے اپنے اپنے مصحف کے مطابق پڑھا اور ہر مصحف کی قرأت کو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین کے دور میں بھی بہت سے معلمین قرآن پیدا ہوئے جن کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے دس حضرات کی قرأت اور طرز ادا کافی مشہور ومعروف ہوئی' جنہوں نے قرأت کے ضبط کرنے میں انتہائی کوشش اور سر توڑ

محنت کی کہ وہ اس فن میں کامل دسترس حاصل کرکے لوگوں کے مقتداء اور شہرۂ آفاق قراء وائمہ بن گئے اور "قراء عشرہ کے نام سے موسوم ہوئے ان کے فن قرآن میں ان کا کوئی ثانی نہ ہوا اس لیے وقت کے ارباب حل وعقد علماء نے فن کی امامت کا عہدہ ان ہی حضرات کے سپرد کردیا اور فن قرأت کا امام تسلیم کرلیا' قرآن کریم کے ان مصاحف کا تسلسل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے' جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ آپ نے پورا قرآن مجید قلم بند بھی کرادیا تھا اور صحابہؓ کو حفظ بھی کرادیا تھا۔ اسی قرآن کو حضرت ابوبکرؓ نے بین الدفتین جمع کرایا اور پھر اسی مصحف سے حضرت عثمان غنیؓ نے نقلیں کراکر مختلف دیار وامصار میں ارسال کیں' اس وقت دنیا میں جہاں کہیں بھی مطبوعہ وغیرہ قران مجید ہیں وہ تمام اسی مصحف عثمانی پر مبنی ہیں' یہاں تک کہ رسم الخط تک وہی قائم رکھا گیا جو اس وقت رائج تھا' اس طرح مکمل قرآن مجید ہمارے پاس من وعن اسی طرح موجود ہے جس طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ مسلمان اس بات پر بجا طور پر فخر کرسکتے ہیں اور سینہ ٹھوک کر دنیا کے سامنے بانگ دہل اعلان کرسکتے ہیں کہ دنیا کہ کل مذہبی کتابوں میں صرف قرآن کریم ہی اصح الکتاب اور ہر قسم کی تغیر وتبدل سے مامون محفوظ ہے۔ ☆☆☆

باری تعالیٰ

حمد

عاجز زباں ہے حمد کروں کس طرح بیاں
شان اس کی آئے حیطۂ تحریر میں کہاں

ہر بحر و بر پہ تیری حکومت ہے ذوالجلال
ہر خشک وتر پہ نام کا سکہ ترا رواں

ادنیٰ سے اک اشارہ پہ زرہ ہو آفتاب
قطرہ اگر تو چاہے تو قلزم ہو بے گماں

اک لفظ "کن" سے ہوگئی تخلیق کائنات
کافی ہے ایک صور مٹانے کو یہ جہاں

مختار کل تو ہی ہے تو ہی سب کا آسرا
تیرے کرم سے فیض کا دریا ہوا رواں

تو درد کی دوا ہے تو بیمار کی شفاء
تو بے کسوں کے پاس و غریبوں کے درمیاں

-: **محمد شوکت علی درّد** :-

محمد حسین محمد عیسیٰ

خیانت ایک دینی و اخلاقی جرم

بلاشبہ دین اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اس کی تعلیمات دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ضامن ہیں اسلام نے روز اول ہی سے انسانی سماج کی مہلک بیماریوں کی جڑوں اور ان کے اندرونی اسباب کا پتہ لگا کر اس پر زبردست پابندی عائد کی ہے اور اصلاح معاشرہ کی جانب بھرپور توجہ دی ہے چنانچہ اس نے امانت و دیانت داری پر بڑا زور دیا ہے اور ہر طرح کی خیانت و بد دیانتی سے بڑی سختی سے روکا ہے۔

خیانت ایک دینی اور اخلاقی جرم ہے جو حق دوسرے کے ذمہ واجب ہو اس کی ادائیگی میں ایمانداری سے کام نہ لینا خیانت ہے اس کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً کوئی چیز کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے تو مطالبہ کے وقت ادا نہ کرنا کسی کی راز کی باتوں کو ظاہر کر دینا' دوستی کا حق پورا نہ کرنا اور جو کام کسی کے سپرد ہو اس کو انجام نہ دینا یا اس کی انجام دہی میں غفلت و سستی کرنا بھی خیانت ہے' کسی کے سامنے اس کی مرضی کی بات بولی جائے اور غائب میں اس کی مخالفت کی جائے یہ بھی خیانت ہے۔ دین اسلام اللہ کی امانت ہے اس میں خیانت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ کو توڑ مروڑ کر اپنی مرضی کی مطابق بیان کیا جائے' افعال محدثہ کو کار ثواب بتا کر عوام کو اس جانب مائل کیا جائے یاد رہے اس طرح کے خائن جہنم میں سب سے پہلے ڈالے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **یا ایها الذین آمنوا لا تخونوا الله والرسول وتخونوا آمنٰتکم وانتم تعلمون**"(الانفال:۲۷)

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت مت کرو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خیانت مت کرو اور تم جانتے ہو۔

اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت یہ ہے کہ جلوت میں اللہ رسول کا تابع دار بن ہے اور خلوت میں اس کے برعکس معصیت کا راہی حرج۔ بھی خیانت ہے کہ فرائض میں کسی فرض کا ترک اور نواہی میں کسی بات کا ارتکاب کیا جائے اور "**تخونوا اماناتکم**" کا مطلب ایک شخص دوسرے شخص کے پاس امانت رکھواتا ہے' اس میں خیانت کرے بلکہ امانت کی چیزوں کو اس کے اہل و مستحق تک پہنچا دے' ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ان الله یامرکم ان تؤدوا الامنٰت الی اهلها**(النساء:58)

اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ۔ امانت ضائع کر دینا اور خیانت کا ارتکاب کرنا نفاق کی ایک نشانی اور منافقین کی ایک صفت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "**آیة المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذاؤتمن خان**"' (بخاری و مسلم) منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت سونپی جائے تو خیانت کرے۔

خیانت کرنے والے پورے سماج میں اپنی عزت کھو بیٹھتے ہیں' ان سے لوگوں کا اعتماد اور بھروسہ یکسر ختم ہو جاتا ہے' ایسے لوگ بہت ہی گری ہوئی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ دنیا کی ذلت و رسوائی کے علاوہ بروز قیامت بھی ان کو ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو خطبہ فرمایا اور غلول (خیانت) کا ذکر فرمایا اور اس جرم کی ہولنا کی بیان فرماتے ہوئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو بھی قیامت کے دن اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری لدی ہوئی ہو اور چلا رہی ہو یا اس کی گردن پر گھوڑ الدا ہوا ہو اور وہ چلا رہا ہو اور وہ شخص مجھ سے کہے کہ یا رسول اللہ علیہ وسلم! میری مدد فرمائیے لیکن میں یہ جواب دے دوں کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا' میں نے خدا کا پیغام تم تک پہنچا دیا تھا اور اسکی گردن پر اونٹ لدا ہوا اور وہ چلا رہا ہو اور وہ مجھ سے کہے کہ یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے لیکن میں یہ جواب دے دوں کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا میں اللہ تعالیٰ کا پیغام تمہیں پہنچا چکا تھا۔ (بخاری شریف)

حدیث کا مفہوم ظاہر ہے کہ جس نے کسی کی کوئی چیز خیانت کر لی یا چوری سے لے لی یا اپنی طاقت کے بل بوتے پر غیر کی زمین میں اپنا کھونٹا گاڑ دیا اور دنیا میں اسے واپس نہیں کیا' یا معافی نہیں کرایا تو قیامت کے روز ایسا بد بخت آدمی وہی چیز اپنی گردن پر لادے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگا اور عرض کرے گا اے اللہ کے رسولؐ! مجھے سہارا دیجئے میں بہت پریشان ہوں تو آپ رحمۃ اللعالمین ہونے کے باوجود انکار کر دیں گے اور اپنے پاس سے دھتکار دیں گے کہ میں تیری مدد نہیں کرسکتا' میں نے تجھے دنیا میں بتا دیا تھا کہ خیانت نہ کر اس کا انجام بہت برا ہوگا لیکن تو نے میری بات نہ مانی۔

حدیث نبویؐ ہے: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ دھاگہ اور سوئی تک ادا کر دو اور خیانت سے بچو اس لئے کہ یہ خیانت قیامت کے دن عار اور ندامت کا باعث ہوگی۔" (سنن نسائی)

قیامت کے دن انسان کی اپنی اولاد بھی اس کی بے توجہی اور غفلت کے باعث شکایت کرے گی' اس کے پاس پڑوسی لوگ بھی دامن گیر ہوں گے جن کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کیا گیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کہیں گے کہ اے ہمارے رب! اس نے ہماری خیانت اور حق تلفی کی ہے' یہ نمازی پڑوسی اپنی صفائی میں کہے گا کہ خدایا نہ میں نے اس کی خیانت کی ہے اور نہ اس کی حق تلفی کی ہے' وہ بے نمازی کہے گا کہ خدایا یہ سچ کہتا ہے لیکن اس نے مجھے گناہوں سے نہیں روکا' اس لئے اس نے میری خیانت اور حق تلفی کی ہے' حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: قیامت کے روز ایک شخص اپنے پڑوسی کے دامن کو پکڑ کر خدا کے سامنے فریاد کرے گا اے رب! اس نے میری خیانت کی ہے وہ کہے گا اے میرے رب تیری عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس کے اہل و عیال اور مال میں کوئی خیانت نہیں کی ہے تو وہ شخص کہے گا۔ یہ سچ کہتا ہے لیکن اس نے مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھا تو مجھے اس سے نہیں روکا۔ (**کتاب الصلوٰة وما یلزم لها الامام احمد بن حنبلؒ**)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خیانت ایک دینی اور اخلاقی جرم ہے اس کے مرتبین کی لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب ہے' جو لوگ شعوری یا غیر شعوری طور پر اس جرم میں مبتلا ہیں ان کو اپنے انجام بد کے سلسلے میں سوچ کر تائب ہو جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی خیانت سے بچائے آمین۔

☆☆☆

بقیہ...... مسلمانو! اپنی اولاد کو مرتد نہ بناؤ

کیا کوئی جان بوجھ کر اپنے پاک جسم پر گندگی لگائے گا؟ مسلمانوں کے لئے نہایت عبرت کا مقام ہے کہ کوئی لڑکی بھاگ کر مرتد ہو جائے، اگر وہ یہ سمجھتی ہے کہ میں اسلام پر رہوں گی خواہ میرا شوہر مشرک ہی کیوں نہ؟ مسئلہ یہ نہیں ہے، مدعا یہ ہے کہ ان سے کون سی اولاد پیدا ہوگی؟ (ناپاک)

گھر کا ماحول اگر دینی ہوگا تو معلوم ہوگا کہ مرتد کی سزا کیا ہے؟ یا کم از کم وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو صحیح۔ پہلے محلوں، گلیوں میں سے صبح کے وقت تلاوت قرآن کی آواز آتی تھی اور اب ہر گلی محلے میں گانوں اور ننگے واہیات گانوں کی آواز آتی ہے۔ پہلے بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلم لڑکیاں ڈاکٹر وغیرہ بن کر بے حد عزت کی زندگی گزار رہی تھیں، آج کی گمراہ لڑکیوں اور لڑکوں کی طرح نہیں۔ آج تو برقعہ نام کو ہے، گاڑی ہے موبائل ہے اور کوچنگ سنٹرس میں ٹیوشن کے بہانے مشرکوں سے دوستی ہے جو کہ مسلم لڑکیوں کو گمراہ کرنے یا مرتد ہونے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ لعنت ہے ایسے ماں باپ پر جن کی آزاد خیالی سے ان کی اولاد مرتد ہو رہی ہے۔ اللہ کے ہاں تمہارا بھی حساب ہوگا اولاد کے بارے میں۔

عزت نفس اور خودداری

محمد شریف

خودداری اور عزت نفس انسان کی فطرت میں ودیعت ہے، عزت نفس کی اہمیت وعظمت اور اس کے حصول کا طریقہ کار سورۃ التین کی ان آیات کریمہ میں ملتا ہے۔

"لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم......"

بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا اور پھر اسے انتہائی پستیوں میں پھینک دیا، بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے تو پھر تم روز آخرت کو کیوں جھٹلاتے ہو؟ کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟ گویا انسان پیدائشی طور پر اشرف المخلوقات ہے لیکن قدر ومنزلت کا یہ منصب صرف اسی وقت برقرار رہ سکتا ہے جب آدمی اپنے پروردگار اور روز جزاء وسزا پر ایمان محکم رکھتا ہو اور اللہ کے خوف اور اس کے فضل وکرم کے پیش نظر احکام الٰہی کی تعمیل کرتا ہو۔

حضرات! خودداری اخلاقی صفت ہے جس سے انسان اپنی حیثیت کی حفاظت کرتا ہے۔ زندگی کے معاملات میں ایسے حالات اکثر پیش آتے ہیں جب انسان کو اپنی حیثیت اور عزت کے تحفظ کے لئے یہ اخلاقی صفت درکار ہوتی ہے، جس میں یہ صفت نہ ہوگی اس میں نہ فکر کی پرواز ہوگی نہ نظر کی بلندی اور نہ اخلاق کی رفعت نہ لوگوں کی نگاہ میں اس کی عزت ہوگی نہ اس کی باتوں کی طرف کوئی توجہ دے گا نہ ہی اس کو کسی محفل میں احترام نصیب ہوگا۔

یہ عزت وبلندی سب سے پہلے اس خالق کائنات کی ہے جو تمام عزت ووقار کا مرکز ہے۔ قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا نام عزیز آیا ہے جس کے معنی ہیں عزت والا لہٰذا حقیقی عزت وبلندی رب کریم کی ہے اور پھر اصلی عزت وہی ہے جو اس کے وسیلے سے حاصل ہو۔

اسلام کے ابتدائی دور میں جب مسلمان کم تعداد اور کمزور تھے تو منافق ایک جانب مسلمانوں سے دوستی کا دعویٰ کرتے تھے تو دوسری طرف کفار وغیرہ سے ان کی جاہ وحشمت کے سبب ان کو بھی رفیق بنائے ہوئے تھے، اس موقع پر سورہ نساء کی آیت نازل ہوئی۔

"ایبتغون عند ھم العزت فان العزۃ للہ جمیعا" (سورہ نساء)

"کیا یہ عزت کے طلبگار ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ عزت ساری اللہ کے واسطے ہے۔"

نیز سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔

"قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعزمن تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر" (سورہ آل عمران:۲۷)

ترجمہ اللہ جس کو چاہتا ہے ملکیت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تمام چیزیں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

غزوہ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جنگ سے بچانے کے لیے قبیلہ غطفان کی افواج کی واپسی کے لیے یہ شرط منظور کرنے پر آمادگی ظاہر کیا کہ ان کو مدینہ کی پیداوار (کھجور) کا ایک تہائی حصہ سالانہ ادا کیا جائے گا لیکن جب انصار سے مشورہ کیا تو انہوں نے عرض کی:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اللہ سے لاعلم تھے تب ان کو ہم سے یہ شرط منظور کرانے کی جرأت نہ ہوئی اور اب جب کہ اللہ نے ہم

کو اسلام کی عزت بخشی اور اس کے بعد ہم آپ کی بدولت عزت حاصل کر چکے ہیں اس صورت میں ہم ان کو یوں اپنا مالک بنا دینا کیوں منظور کریں؟ (طبری)

صحابہ کرام خلفائے راشدین کے دور میں روم وفارس کی سپر پاور کے خلاف صف آرا تھے ان کی اسلامی خودداری کا عالم یہ تھا کہ معمولی سے معمولی مسلمان سپاہی ان کے دربار میں بلا چوں چراں جاتا تھا۔ حسب ونسب، طبقات ونسل، زبان اور رنگ وغیرہ کی بنا پر کسی کو حقیر وافضل سمجھنا دین اسلام کے نزدیک انسانیت کی تذلیل اور فتنۂ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" (الحجرات)

قوموں، قبیلوں اور حسب ونسب وغیرہ کا یہ اختلاف اس لیے نہیں تھا کہ لوگ ایک دوسرے کے مقابلے میں فرق کریں اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالیں اس کی غرض یہ ہے کہ باہمی تعارف اور میل جول میں آسانی ہو ورنہ عزت وفضیلت کی بنیاد تو خوف خدا اور نیکی ہے۔

اسلام کا منشاء عزت نفس کو غیر اللہ کی بندگی سے آزاد کرنا ہے کیوں کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے انسان پر کسی قسم کا اقتدار حاصل نہیں ہے۔ رب جلیل کے علاوہ کوئی نہیں جو اسے مارتا اور جلاتا نیز کوئی بھی دوسرا نفع نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔

مال ودولت اور جاہ وحشمت وغیرہ اقتدار پرستش سے بچنا بڑا مشکل ہے چنانچہ جب فرد ان اقتدار میں کسی سے مرعوب ومتاثر ہو جاتا ہے تو اسی متاثر کی حد تک اس کی عزت نفس خودداری اور آزادی بھی چھن جاتی ہے۔ خودداری کا سب سے بڑا دشمن خود اپنے نفس کی غلامی ہے اس کی اصلاح کیلئے دلالت کرتی ہے۔ سورہ توبہ کی آیت:

قل ان کان آباء کم وابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم......(الخ)

ترجمہ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو یہ اگر اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔ یہاں نفس انسانی کے تمام پہلوؤں کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ اسلام کو وہی نفس مطلوب ہے۔ تاہم بعض افراد اس سلسلے میں افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ ان کے نزدیک عزت ونجات کا واحد راستہ یہ ہے کہ آدمی دنیا کو نجس وناپاک سمجھ کر لذائذ دنیا کا تارک ہو جائے اور کچھ وہ بھی ہیں جو دنیا داری کو اس حد تک عین اسلام سمجھتے ہیں کہ دنیا پرستی اور دنیا داری کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

اسلام میں عزت نفس کا سرچشمہ یہ ہے کہ وہ دنیا داری سے باز نہیں رکھتا بلکہ امور دنیا تقویٰ کی بنیاد پر یعنی احسن طریقے سے انجام دینے کی تلقین کرتا ہے۔ خواہ ان امور کا تعلق ذاتی گھریلو خاندانی کاروباری، معاشرتی اور سیاسی وغیرہ زندگی سے ہو ایسے لوگ دنیا کی نظروں میں حقیقی عزت کا مقام رکھتے ہیں۔ عبودیت کے تقاضے پورے کرنے کے ساتھ ساتھ دین اسلام اپنے نفس کے ساتھ بھی انصاف کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ حضرت انسؓ کی مشہور روایت ہے کہ چند افراد ازواج مطہرات کے گھروں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سے عبادت کی تفصیل معلوم کرنے کے حاضر ہوئے اور پھر اس کے بعد کہنا شروع کر دیا کہ میں رات بھر نماز پڑھوں گا بعض نے کہا کہ میں نکاح نہیں کروں گا تو کسی نے کہا میں مسلسل روزے رکھتا رہوں گا تو اس وقت آپ آگئے اور فرمانے لگے "اللہ کی قسم میں تم سے زیادہ تقویٰ اور اللہ سے ڈرنے کے معاملے میں آگے ہوں۔ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں۔"

(بقیہ صفحہ......۲۹......پر)

اکثر لڑکیاں پسند کی شادی کی خاطر گھروں سے فرار کیوں ہوتی ہیں؟

عظمت شہزادی

آج کل کے ہمارے معاشرتی مسائل میں ایک بہت بڑا مسئلہ پسند کی شادی کی خاطر ہماری بیٹیوں کا گھر سے فرار بھی ہے۔ ہمارا معاشرہ بنیادی طور پر ایک روایتی معاشرہ ہے جہاں اس قسم کی حرکت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ پسند کی شادی اگر چہ فرد کا ذاتی معاملہ ہے لیکن معاشرے کی جز کی حیثیت سے ہم پر معاشرے کے کچھ اصول وضوابط بھی لاگو ہوتے ہیں جن کی پاسداری ہم پر لازم ہوتی ہے۔ ایک صحت مند اور پرامن معاشرہ اس وقت تک وجود میں نہیں آسکتا جب تک اس کے سارے افراد معاشرتی اقدار اور اصول وضوابط کی پابندی نہ کریں۔

پسند کی شادی کی خاطر لڑکیوں کا گھر سے فرار نہ صرف معاشرتی اقدار سے انحراف ہے بلکہ اس سے دو خاندانوں میں ہمیشہ رنجش پیدا ہوتی ہے اور کبھی یہ رنجش بڑھ کر ایک سنگین صورت اختیار کر لیتی ہے جس سے معاشرے کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اس فعل کے اسباب پر نظر ڈالیں تو سب سے پہلے ہمیں بیٹیوں میں تعلیم اور شعور کی کمی نظر آتی ہے کیونکہ ایک تعلیم یافتہ اور باشعور بیٹی کبھی بھی اس ناپسندیدہ فعل کی مرتکب نہیں ہوسکتی اور کبھی بھی اپنی معاشرتی ذمہ داری اور معاشرتی اقدار سے انحراف نہیں کرسکتی اور نہ اپنے ماں باپ اور خاندان کے دامن پہ بدنما داغ لگانے کا سوچ سکتی ہے۔

پسند کی شادی کی خاطر ماں باپ کے گھر سے فرار کی دوسری وجہ بیٹیوں میں مقدس رشتے کی اہمیت کے بارے میں عدم آگاہی بھی ہے۔ ایک لڑکی جب معاشرے کی رسم ورواج کے مطابق بیاہ کر کے اپنے سسرال آجاتی ہے تو وہ بہو کی حیثیت سے ایک ذمہ دار اور اہم فرد بن جاتی ہے اور اپنے ماں باپ اور دوسرے عزیزوں کی رہنمائی اور دعائیں بھی اس کے ساتھ ہوجاتی ہیں۔ اس کے برعکس جب کوئی لڑکی معاشرتی رسم ورواج کی دیوار کو توڑ کے سسرال آتی ہے تو اپنی نئی زندگی میں ہمیشہ مسائل اور الجھنوں کا شکار ہو جاتی ہے اور اکثر نوبت طلاق تک پہنچتی ہے۔ بہو کی عزت سسرال میں ہونی چاہئے وہ اس کو نہیں ملتی اس کو طرح طرح کی طعنے ملتے ہیں اور شوہر اور سسرال والوں میں اس کی قدر نہیں ہوتی اور وہ ایک بے حیثیت اور الجھی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

ماں باپ کے گھر سے فرار کی ایک وجہ بیٹیوں پر بے جا پابندی بھی ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے معاشرے میں بیٹیوں کی نسبت بیٹوں پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے اور بیٹیوں پر بے جا پابندیاں عائد کی جاتی ہیں ان کو بے حیثیت تصور کیا جاتا ہے ان کی کسی بات کو ہمدردی سے نہیں سنا جاتا اور نہ ان کو گھر کے کسی معاملے میں شامل کیا جاتا ہے۔ الغرض ان سے قیدیوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے اور اس قید سے فرار کا راستہ وہ پسند کی شادی میں ڈھونڈتی ہے جو انہیں کبھی بھی نصیب نہیں ہوتی گھر سے فرار کی ایک اور وجہ بیٹیوں کو بے جا آزادی دینا بھی ہے۔ بعض والدین محبت میں مجبور ہو کر اپنی بیٹیوں کی ہر جائز ناجائز خواہش کو پوری کر دیتے ہیں اور ان کے لاڈ و پیار کے نتیجے میں بیٹی میں آزاد خیالی آجاتی ہے وہ اچھے برے میں تمیز نہیں کرسکتی اس کو نہ اپنے خاندان کی عزت کا خیال رہتا ہے اور نہ وہ معاشرتی اقدار کا پاس رکھتی ہے اور نتیجتاً وہ اپنی آزاد خیالی کی روش پر چلتے ہوئے فرار کی راہ اختیار کرتی ہے۔

ماں باپ کے گھر سے فرار کی ایک وجہ لڑکیوں میں احساس ذمہ داری کا فقدان بھی ہے۔ لڑکیوں کو عام طور پر ان کا کیا مقام اور ذمہ داریاں ہیں اور آگے جا کر مستقبل میں ان کو معاشرے کو سنوارنے میں کیا کردار ادا کرنا ہے اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرلیں تو کبھی بھی ایسا قدم اٹھانے کا نہیں سوچ سکتیں۔ گھر سے فرار کی ایک وجہ لڑکیون میں خود اعتمادی کی کمی ہے وہ اپنے کسی مسئلے کے بارے میں گھر کے افراد کو نہیں بتا سکتیں اور اگر بتانا بھی چاہیں تو ان کو سننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا جس سے ان میں خود اعتمادی کی کمی ہوتی ہے اور وہ غلط قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

عورتوں کے لیے لکھی جانی والی غیر معیاری لٹریچر مختلف غیر ملکی چینلز پر دکھائے جانے والے ڈرامے اور فلمیں بھی اس فعل کا سبب بنتی ہیں۔ یہ لڑکیوں کے ناپختہ ذہن پر اثر انداز ہو کر انہیں طرح کا غلط قدم اٹھانے پر اکساتی ہیں۔ لڑکیوں کے لیے مناسب رشتے نہ آنا بھی اس کا سبب ہے اکثر لڑکیاں شادی کے معاملے میں اپنا معیار بہت اونچا رکھتی ہیں اور معمولی رشتوں کو ٹھکراتی ہیں اور آئیڈیل کے حصول کی خاطر گھر سے بھاگ جاتی ہیں۔

اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ اسلامی تعلیمات اور معاشرتی اقدار کے مطابق اپنی بیٹیوں کی صحیح تعلیم وتربیت کریں بیٹوں اور بیٹیوں کو یکساں حقوق دیں خاص کر بیٹیوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دیں۔ انہیں مناسب تعلیم دیں اور ان میں معاشرے کی فردی کی حیثیت سے ان کی ذمہ داریوں کا شعور بیدار کریں۔ ان پر بے جا پابندی نہ لگائیں اور حد سے زیادہ آزادی بھی نہ دیں ان میں احساس ذمہ داری اور خود اعتمادی پیدا کریں۔

گمراہ کن لٹریچر ڈراموں اور فلموں سے ان کو دور رکھیں ان کے مسائل ہمدردی سے سنیں اور انہیں حل کرنے کی کوشش کریں۔ انہیں اپنا پیار اور توجہ دیں اور انہیں احساس محرومیت کا شکار کبھی بھی نہ ہونے دیں۔

اگر ان باتوں پر عمل کریں گے تو ہماری بیٹیاں کبھی بھی ایسا قدم اٹھانے پر مجبور نہیں ہوں گی اور ہمارا معاشرہ بھی اس برائی سے ہمیشہ کے لئے پاک ہو کر ایک مثالی معاشرہ بن جائے گا۔

بقیہ عزت نفس عزت نفس اور خودداری

عزت نفس غرور سے قطعی الگ چیز ہے کیوں کہ خودداری اپنی ذات کی حیثیت کو جاننے اور اسی طرح عزت کرنے کا نام ہے۔ خودداری کا سب سے بڑا مظہر وقار اور سنجیدگی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت میں وقار پر زور دیا ہے۔ نماز سے زیادہ اور کونسی عبادت ضروری ہوسکتی ہے مگر اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جب تم اقامت سنو تو اس کے لیے سکون اور وقار کے ساتھ چلو۔" فقر وفاقہ کی حالت میں تمام آدمیوں سے مدد کی درخواست کرنا بھی خودداری کے خلاف ہے۔

الغرض! ایک مسلمان کے لیے ایمان کی نعمت وہ عزت ودولت ہے جس کے مقابلے میں تمام دنیاوی جاہ وحشمت اور نعمتیں ہیچ ہیں۔

ایک مسلمان کا عقیدہ ہے کہ خوداری کو قائم رکھنا اسلام کی عزت کو قائم رکھنا ہے۔ اسی اسلامی تعلیم کا فیضان ہے کہ آج بھی جب ہم کسی مسلمان کو عار دلانا چاہتے ہیں تو یہ کہہ کر اس کی اسلامی خودداری کو بیدار کرتے ہیں کہ افسوس مسلمان ہو کر ایسا کرتے ہو گویا مسلمان ہونا ایک ایسا بلند مرتبہ ہے جس کو برقرار رکھنے کے لیے اس کو ہر قسم کی برائی پستی اور اللہ کی نافرمانی کے کاموں سے اجتناب کرنا چاہئے اور اسلام وہ واحد دین ہے کہ جس نے اپنی تعلیمات سے ثابت کیا ہے کہ ہر انسان خوف خدا اور روز جزا وسزا پر یقین کامل رکھتے ہوئے اپنی عزت نفس کو قائم رکھے بلکہ اس سے زیادہ دوسرے کی ناموس اور حقوق کا احترام کرے۔ اللہ تمام لوگوں کی عزت نفس محفوظ رکھے۔ آمین

☆☆☆

مولانا نورعالم خلیل امینی

کوشش کیجیے کہ زندگی کا کوئی لمحہ بے فائدہ نہ گزرے

یہ جو کہا جاتا ہے کہ انسان کا دل آئینہ ہوتا ہے، سو فیصد صحیح ہے۔ آئینۂ قلب اگر صاف ہو تو اس پر منعکس ہونے والی ہر شئے خوبصورت اور شاندار لگتی ہے اور اگر یہ آئینہ گدلا اور آلودہ ہو تو اس پر منعکس ہونے والی ہر شئے گدلی اور میلی محسوس ہوتی ہے۔ آئینہ اگر کم گدلا ہو تو بالمقابل شئے کم گدلی معلوم ہوگی اور اگر زیادہ آلودہ ہو تو سامنے کی چیز زیادہ میلی نظر آئے گی۔ سوال ہے کہ انسان کا دل میلا کیوں ہوتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کی صحیح فطرت پر پیدا کرتا ہے، اس لیے معصوم اور بے گناہ بچے کا دل صاف اور بے میل ہوتا ہے، کیونکہ اس نے ابھی زندگی کا تجربہ نہیں کیا ہوتا ہے اور زمانے کے نرم گرم سے ناواقف ہوتا ہے۔ زندگی کو برتنے کا عمل جتنا دراز اور زندگی کا سفر جتنا طویل ہوتا ہے، انسان کا تجربہ اسی قدر دراز اور پختہ ہو جاتا ہے۔ تجربے کی پختگی اور زندگی کی بصیرت آمیز آگہی کے ساتھ ساتھ لوح قلب، زندگی کی متنوع نگارشات اور اس کی بے پناہ آڑے ترچھی لکیروں سے ہو جاتا ہے۔ لوح قلب تو زندگی کے تجربات کی پیہم تحریریں اور ٹیڑھی میڑھی لکیریں اس کی شفافیت کو ختم کر دیتی ہیں اور دل کی تختی میلی ہو جاتی ہے۔ بالآخر اس کے سامنے کی ہر شئے کا عکس اس پر میلا اور بھدا لگتا ہے، جب کہ اس سے قبل وہی شئے اس پر انتہائی بھلی اور پرکشش لگتی تھی۔

زندگی کے تجربے اور اس کی جانکاریاں، شئے کی حقیقت کو عریاں کر دیتی ہیں لہٰذا ہر شئے کا حسن وقبح اپنے صحیح حجم میں نظر آنے لگتا ہے، چونکہ دنیا دنی ہے، اس کی کمینگی، خست فریب دہی اور ظاہر وباطن کا اختلاف، تمام ساکنان جہاں کے نزدیک متفق علیہ ہے، اس لئے دنیا کی اکثر چیزیں بگاڑ کی کوئی نہ کوئی شکل ضرور رکھتی ہیں، جو زندگی کے تجربے کے سفر کے ساتھ ساتھ انسان کے سامنے عیاں ہوتی جاتی ہے، اسی لیے دنیا کی چیزوں کی بدصورتی اور بھداپن اس کے لوح قلب پر نمایاں ہوتی رہتی ہے، جب کہ ناتجربہ کار اور سادہ لوح جس نے زندگی کے نرم وگرم کو ابھی برتا نہ ہو، اس کے نزدیک دنیا کی چیزیں پاکیزہ اور عمدہ نظر آتی ہیں، کیونکہ ان کی حقیقت ان پر آشکارا نہیں ہوئی ہوتی، معصوم بچے کے نزدیک شعلہ اور سرخ پھول میں کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ شعلہ کا جمال اس کیلئے زیادہ دلفریب ہوتا ہے اور پھول کی سرخی اس کیلئے شعلے سرخ کے مقابلے اتنی پرکشش نہیں ہوتی۔

انسان کی عمر کے قافلے کے آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ تجربے کی پختگی بڑھتی جاتی ہے، اس لئے دنیا کی اکثر چیزیں اس کے خانہ خیال میں بری محسوس ہونے لگتی ہیں، صرف وہی چیزیں اچھی رہ جاتی ہیں جن کے تعلق سے اس کا طویل اور پیہم تجربہ اس کو یقین دہانی کراتا ہے کہ یہ واقعی خوبصورت ہیں اور ان کا ظاہر ان کے باطن سے مختلف نہیں ہے۔ تجربے کی گہرائی اور زندگی کی معرفت وبصیرت کے بعد ہر چیز اپنی سچائی کے ساتھ اس کے سامنے جلوہ گر ہو جاتی ہے، اس لیے اب اس کیلئے کسی چیز سے فریب کھانے، کسی انسان سے دھوکہ کھانے اور بقول صاحب مقامات حریری: ”کسی ورم والے کو فربہ سمجھنے اور انگارہ جیسی کسی چیز کو انگارہ سمجھ کر آگ سلگانے کی غرض سے اس پر پھونک مارنے کی نامعقولیت کا شکار ہونے کا امکان باقی نہیں رہتا۔“

سن رسیدہ اور تجربہ کار انسان انتہائی خوش نصیب ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی تمام چیزوں کو ان کی حقیقت کے مطابق جان چکا ہوتا ہے۔ اس لئے ان سے دھوکہ کھانے کا اس کے لیے امکان باقی نہیں رہتا، لہٰذا وہ زندگی میں اپنا کردار ایک صحیح اور متوازن انسان کی طرح بخوبی انجام دے سکتا ہے اور انسانی برادری کے ایک ذمہ دار اور باشعور فرد

کی طرح اپنے فریضے سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ وہ کسی خلل، پھسلن اور گمراہی وبے ہمتی کا شکار نہیں ہوتا اور زندگی کے تمام گوشوں میں اور اس کی تمام راہوں پر علیٰ وجہ البصیرت محو سفر اور سرگرم عمل رہتا ہے۔

لیکن مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہ کہہ سکوں کہ سن رسیدہ اور تجربہ کار انسان مذکورہ حوالے سے سعادت مند ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر حوالوں سے بدنصیب بھی ہوتا ہے، کیونکہ وہ اشیاء کی حقیقت اور انسانوں کو ان کے خیر وشر کے پہلوؤں کے ساتھ جان چکا ہوتا ہے، اور وہ انسانوں میں پائی جانے والی ان بگاڑ کی جگہوں سے واقف ہو چکا ہوتا ہے جن کی تعداد اور جہتیں ان کے اندر پائی جانے والی خیر کی جگہوں کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ انسان کمزور اور خطا ونسیان سے مرکب پیدا ہوا ہے تو سن رسیدہ انسان کی انسانوں کے حوالے سے یہ معرفت اس کو انسانوں کے ساتھ سوئے ظن پر آمادہ کرتی ہے اور زندگی کی اکثر چیزیں بے مزہ بے کیف اور بدشکل دکھتی ہیں کائنات کا چہرہ بالعموم اس کے نزدیک سیاہ نظر آتا ہے، جن انسانوں سے وہ گھلتا ملتا ہے ان میں سے اکثر لوگ اس کو بداخلاق اور سیرت کردار سے ناپاک محسوس ہوتے ہیں، یعنی ان کے محاسن کم اور معائب زیادہ نظر آتے ہیں۔ ان میں خیر کا پہلو برائے نام اور شر کا پہلو قابل شمار نظر آتا ہے۔ نتیجتاً یہ دنیا اپنی ساری چیزوں اور سارے انسانوں کے ساتھ قابل نفرت اور لائق ناپسندیدگی محسوس ہوتی ہے، کائنات کی کوئی شئے اس کے لئے باعث انسیت نہیں ہوتی، کسی چیز میں دل موہ لینے کی کیفیت نہیں ہوتی، کسی چیز کو دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں نہ دل مطمئن ہوتا ہے۔ بلکہ ہر چیز میں بگاڑ، انتشار، تباہی، اور بربادی، بے اطمینانی، بے حوصلگی اور بے ہنگمی کی ایک دنیا نظر آتی ہے۔ سن رسیدہ انسان میں یہ سب کچھ محسوس کرکے زمین کی تعمیر، دنیا کی آبادی اور کائنات کی بھلائی کے لیے مسلسل سرگرم عمل رہنے اور انسانوں کے لئے فائدہ مند اور کائنات میں دیرپا رہنے والے کاموں میں نسل انسانی کے ممبران کے ساتھ سنجیدہ مشارکت کی ہمت اور جذبہ یکسر فرو ہو جاتا ہے۔

سن رسیدہ اور تجربہ کار انسان کے لئے یہ بڑی خسارے کی بات ہے۔ یہ خسارہ اس کی سن رسیدگی، پختہ عقلی، بالغ نظری، زندگی کی بصیرت اور کائنات کی اشیاء حیوانات، نباتات، جمادات کی طویل صحبت کا یقینی نتیجہ ہوتا ہے، جس سے اس کو مفر نہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس کو سن رسیدگی کی وجہ سے یہ خوش نصیبی تو ملی کہ اس نے تجربہ حاصل کر لیا، ہر چیز کو اس کی حقیقت کے ساتھ جان لیا، لیکن اس کی بدنصیبی ہے کہ اس نے بچپن اور جوانی کو کھو دیا، حالانکہ یہ دونوں انسان کی زندگی کی دو بڑی قدریں ہیں۔ دنیا کی اعلیٰ اور ارفع دیگر قدریں ان کی برابری نہیں کر سکتیں۔ اسی لئے دنیا کے بہت سے دانشور، شعراء اور ادبا، بچپن اور جوانی کی حد سے نکل جانے کے بعد ان دونوں زمانوں کو یاد کرتے اور ان سے دوبارہ لطف اندوز ہونے کی تمنا کرتے رہے ہیں۔ حوصلہ مندی کی علامت عزیز اور لذیذ آرزوؤں کی پرورش کے حوالے سے تاریخ میں اپنا امتیازی مقام ریکارڈ کروانے والے ایک قدآور انتہائی مشہور اور عربی زبان کے پیغمبر سخن شاعر متنبی (ابوالطیب احمد بن الحسین الجعفی الکندی 303-354ھ) نے تو یہ تک تمنا کی ہے کہ اس کو اس کی نوعمری وجوانی واپس کر دی جائے اور اس کے بدلے میں جو پختہ کاری، ہوشیاری اور زندگی کی آگہی اور بصیرت اس کو دی گئی ہے وہ اس سے واپس لے لی جائے۔ اس کو یہ سودا کسی حال پسند نہیں کہ حوصلہ مند جوانی چھین کر بے فائدہ اور لایعنی عقل مندی وتجربہ کاری اس کے ہاتھ میں تھما دی جائے۔ متنبی کہتا ہے۔

لیت الحوادث باعتنی الذی اخذت
منی بحلمی الذی اعطت وتجری

شاعر کہتا ہے: کاش حوادث زمانہ میرے ہاتھ اس جوانی کو بیچ دیتا جو اس نے مجھ سے اپنی عطا کردہ عقل مندی اور تجربے کے بدلے میں لے لی تھی۔ جہاں تک بچپن کا تعلق ہے تو وہ انسان کے لیے نیند سے زیادہ لذیذ خوابوں کا گہوارہ ہوتی ہے، وہ ساری دنیا کو اس کے لیے جنت ریز بنائے رکھتی ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے نزدیک انتہائی شوخ رنگ والی مٹھائی کی طرح پیارا محسوس ہوتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ دنیا کی ہر شئے بچپن ہی کی جیسی بے کدورت، معصوم اور گناہ ناآشنا ہے، وہ محض مسرتوں اور نغموں، سحر خیز

شادابیوں اور عطر بیز کھلے ہوئے انتہائی خوشنما پھولوں اور ناقابل شمار لذتوں اور کامرانیوں سے ہی عبارت ہوتی ہے۔ دنیا کے سارے انسان پیکر محبت رشتے دار، تعاون واشتراک کے لیے بے تاب دوست، ہمہ وقت ہمدردی کے لیے آمادہ شریک کار نظر آتے ہیں، نیز انسانی معاشرے کے سارے ارکان اپنے رنگ ونسل اور عمروں کے اختلاف کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ صرف بچوں پر رحم کھانے اور بڑوں کی عزت وتوقیر کا معاملہ کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں، اپنے لیے جو پسند کرتے ہیں وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا ان کی فطرت ہے، دشمنی ان کی زندگی کی لغت میں نامعلوم لفظ ہے اور تباغض وتحاسد اور ایک دوسرے کے پیچھے پڑنا حرف بے معنی، بلکہ ان کی زندگی میں پہلی مرتبہ سنا جانے والا لفظ ہے، گویا سارا انسانی معاشرہ لامحدود بھلائیوں اور بے شمار اچھائیوں کا مجموعہ ہے اور وہ اس خیالی اور مثالی معاشرے جیسا ہے جو صرف ایک بار چشم کائنات نے دیکھا تھا، یعنی نبی خاتم محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ اور ان کے بعد کے ان عہدوں میں جس کے اچھا ہونے کی گواہی خود لسان نبوت نے دی تھی۔

اور رہی جوانی تو اس کا حال تو پوچھئے مت، اپنی ساری خودرائیوں کے باوجود ادھیڑ عمری اور بڑھاپے میں سب سے زیادہ یہی یاد آتی ہے۔ یہ زمانہ حوصلے کا زمانہ ہوتا ہے۔ امنگوں کا عہد ہوتا ہے، جوش وجذبے کی بے پناہی کے دن ہوتے ہیں، صبر وتحمل سے انسان اس دور میں سرشار رہتا ہے، محنت وسرگرمی سے کوئی لمحہ خالی نہیں ہوتا، انسان کے سارے قویٰ اس وقت مکمل طور پر کام کرتے ہیں، انسان اس عمر میں ماضی ومستقبل کے لیے منصوبہ بندی کرتا ہے، حالات کے جائزے میں لگا رہتا ہے پیش قدمی کا خواب دیکھتا رہتا ہے، اپنے کمال وبرتری کو اجاگر کرنے، اپنی شخصیت کو مسلط کرنے، اپنی صلاحیتوں کو فروغ دینے، اپنی شناخت قائم کرنے، بلندیوں کے حاصل کرنے کی دھن اسے لگی رہتی ہے اور شرف وعزت کا حصول، اونچے سے اونچے مقام ومرتبہ تک پہنچنے اور دنیا میں دھوم مچادینے کی خواہش انسان کو تڑپائے رکھتی ہے۔

لیکن دانشمندی اور تجربے کے حصول والی عمر میں، جس میں انسان امور زندگانی کا ماہر ہوتا ہے، انسان عموماً سارے حوصلہ مندانہ صفات اور ولولہ انگیز خوبیوں سے عاری ہو چکا ہوتا ہے، ہمت وتازہ دمی اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور تعمیرات ذات وفروغ صفات کا جذبہ دغا دے جاتا ہے۔ الغرض انسان بوڑھا ہو کر تجربے اور بصیرت کی دولت سے تو بہرہ یاب ہو جاتا ہے لیکن اپنی حیات مستعار (جس کے لمحے گنے ہوتے ہیں) کی سب سے قیمتی اور عالی قدر نعمت سے محروم ہو جاتا ہے یعنی معصوم، پرسکون لاپروا اور غم ناآشنا بچپن اور جوش عمل، جرأت مندی اور خواب وخیال سے شیریں تر، لذیذ تر اور برتر جوانی سے، تہی دامن ہو جاتا ہے۔

اسی کے ساتھ وہ قلب کی شفافیت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، جو اس کے بچپن کا نشان امتیاز ہوتی ہے اور جوانی میں بھی بڑی حد تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ کہا جاتا ہے کہ تجربہ زندگانی اور کائنات کی اشیاء کی بصیرت سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے کیا ملتا ہے اس کے بعد میاں انسان کو سوائے اس کے کہ آئینہ قلب میلا ہو جاتا ہے اور عقل وخرد کی تخیل گاہ آلودہ اور ہر شئے کو قبیح الشکل بنادینے کے لائق ہو جاتی ہے۔

جب وہ بچہ اور جوان تھا، چہرہ تر وتازہ تھا، حسن وجمال کی چہرے پر آبکاری وتابانی تھی، دل سے امیدیں چھلکتی تھیں، اب کیا ہے؟ چہرہ جھریوں والا، مرجھایا ہوا اور دل ڈوبا سا، سب کچھ ملا لیکن سب کچھ کھودینے کے بعد، کیا یہ عظیم خسارہ نہیں، اسے آپ خوش نصیبی نام دیں گے یا بد نصیبی؟!

ایسا لگتا ہے کہ اللہ کی اس کائنات کا یہی اصول ہے، اللہ کی یہی سنت ہے کہ انسان کسی چیز کو پانے کے لیے کسی چیز کو کھونے پر مجبور ہوتا ہے، دنیا کی ہر سچائی کسی قیمت کی متقاضی ہوتی ہے، آپ کو ایک چیز تب ملے گی جب آپ ایک چیز اپنے ہاتھ سے جانے دیں گے بلندی چاہتے ہیں تو راتوں رات جاگنا ہوگا، موتیوں کی طلب ہے تو بحر کی غواصی کرنی پڑے گی، اللہ کی خوشنودی عزیز ہے تو اس کے اوامر ونواہی پر مکمل طور پر کاربند ہونا پڑے گا، علم کی چاہت ہے تو پرہیز گاری سے پیار کرنا ہوگا، اور دنیا داری کو لگام دینی ہوگی اور بقدر ضرورت سونا ہوگا، بلکہ بے خوابی گلے لگانا ہوگا، نیز آسودگی، شکم سیری کو خیرباد کہنا ہوگا اور مطالعہ مذاکرہ اور

کتابوں کی دنیا کی ہمہ وقت سیری کو ہی اوڑھنا بچھونا بنانا ہوگا، مختصراً یہ کہ لذت اندوزی کو بالکل تیاگ دینا ہوگا۔ اگر یہ سب کچھ منظور ہے تو پھر علم کا دروازہ آپ کے لیے کھلا ہوا ہے، اور اس کے حصول کی راہ میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہیں، جتنا چاہئے اس دولت کو اپنی جھولی میں ڈال لیجئے۔ آپ کے عالم بننے کے لیے اب سارے اسباب مہیا ہیں۔ یہاں یہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ بچپن، جوانی اور بڑھاپا زندگی کی ہر منزل کی اپنی خصوصیت ہے، جو دوسری میں نہیں، پائی جاتی اور ہر ایک میں ایسا فائدہ ہے جو دوسری میں نہیں، پھر بعض کے فائدے بعض سے بڑھے ہوئے ہیں، نیز بعض کے فائدے بے پناہ متنوع اور ہمہ گیر ہیں، جب کہ بعض کے فائدے اتنے اور ایسے نہیں ہیں، اس طرح زندگی کی بعض منزلیں بعض منزلوں کے لیے قابل رشک بلکہ لائق حسد ہیں۔

ایک مسلمان اپنی شریعت کی طرف سے اس بات کا پابند ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام مراحل کی غیر معمولی قدر کرے، تاکہ ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے کی طرف سفر کر لینے کے بعد، اس کو پہلے مرحلے کی ناقدری پر افسوس نہ ہوں۔ حدیث میں کہا گیا ہے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جاننا چاہئے، زندگی کو موت سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو غربت سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے۔ ہر مسلمان کو اس نبوی نصیحت کو حرز جاں بنالینا چاہئے، بلکہ اپنی زندگی کو جینے اور برتنے کے لیے کلید کے طور پر اس نصیحت کو استعمال کرنا چاہئے۔ لہٰذا کوشش کرنی چاہئے کہ زندگی کا کوئی لمحہ دنیا اور آخرت کے حوالے سے خیراندوزی کے بغیر نہ گزرے۔

بقیہ بچوں سے بحث ومباحثے کا وقت گزر گیا

بچوں کے اچھے دوست بنیں

اپنے بچوں سے دوستی کریں ان کی مدد کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہیں ان پر بھرپور توجہ دیں ان کی ضروریات کو ہر کام پر فوقیت دیں۔ ان کی بات توجہ سے سنیں ان پر نہ چیخیں اور نہ ہی ان کے سامنے کسی دوسرے پر غصہ ہوں اور بچوں کو کبھی اندھیرے میں نہ ڈرائیں۔

اس سے ان کے اندر خوف بیٹھ جاتا ہے انہیں بہادر نڈر بنائیں نہ کہ بزدل۔

گھر میں ہمیشہ دوستانہ فضا قائم رکھیں تاکہ بچے بلا جھجک اپنی بات آپ سے کریں۔ گھریلو ماحول پرسکون ہوتا کہ بچے کی شخصیت کی تکمیل مکمل ہو۔ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب آپ بچوں کے اچھے والدین کے ساتھ بہترین دوست بھی ثابت ہوں گے اور ہاں ان کی غلطیوں کی بروقت نشان دہی کر کے انہیں سمجھائیں کہ آئندہ ایسا نہیں کروگے۔ بچوں کو وقت پر صحیح اور غلط کی تمیز کروائیں بری باتوں سے باز رکھیں اور اچھی باتوں اچھے کاموں پر شاباشی ضرور دیں ان کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ ان میں اچھے کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

بچوں کے سوالات کا تسلی بخش جواب دیں

آج کل کے بچے سوالات بہت کرتے ہیں جب تک مطمئن نہیں ہو جاتے سوال پر سوال کرتے رہتے ہیں انہیں مطمئن کرنا ضروری ہے اطمینان بخش جواب دیں۔ آپ ان کو کسی نہ کسی طرح بتائیں کہ آپ ان سے بہت پیار کرتے ہیں اور ہر وقت ان کے بارے میں فکر مند رہتے ہیں اور اپنے کام کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور اس طرح آپ کا کام بھی ہلکا ہو جاتا ہے۔

کھانا کھانے کے آداب

بچوں کو کھانا کھانے کے آداب سکھانا نہ بھولیں ان کو بتایئے کہ کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد ہمیشہ ہاتھ دھوئیں کھانے سے پہلے بسم اللہ اور کھانے کے بعد الحمد للہ کہیں۔ بچوں میں اس بات کا شعور پیدا کریں کہ کوئی بھی چیز کھانے سے پہلے ہاتھ ضرور دھوئیں۔ ایسا کرنے سے انسان بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی صحت بھی اچھی رہتی ہے۔ اگر دسترخوان پر کوئی بڑا بیٹھا ہو تو پہلے اسے پلیٹ میں کھانا نکالنے دیں کھانا آہستہ آہستہ کھائیں اور نوالے چھوٹے چھوٹے ہوں۔ اپنی پلیٹ میں اتنا ہی نکالیں جتنا کھائیں۔ کھانے کے بعد پلیٹ بالکل صاف ہونی چاہئے۔

ادب کرنا سکھائیں

بچوں میں ہمیشہ ایسے اوصاف پیدا کریں کہ وہ بڑوں کی عزت کریں اور اپنے چھوٹوں سے پیار کریں گھر کے بزرگوں سے ادب واحترام سے بات کریں ان کی باتوں اور نصیحتوں کو غور سے سنیں بھی اور ان پر عمل بھی کریں۔

بخاری صادق الامین۔ اورنگ آباد

مسلمانو! اپنی اولاد کو مرتد نہ بناؤ

سورہ آل عمران کی آیت 90 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان (لانے) کے بعد کفر کیا پھر وہ مزید کفر میں بڑھ گئے، ہرگز ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔" حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنا دین بدل دے اسے قتل کردو۔" (بخاری ابوداؤد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے پہلے حضرت موسیٰ اشعریؓ کو یمن پر عامل (گورنر بنا کر بھیجا، ان کے پیچھے حضرت معاذ کو بھی بھیج دیا۔ جب حضرت معاذ حضرت موسیٰ اشعری کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت معاذؓ کو سواری سے نیچے اترنے کے لئے کہا اور ان کے لئے تکیہ لگایا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاس ایک آدمی بندھا ہوا ہے۔ حضرت معاذؓ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ تو حضرت موسٰی اشعریؓ نے کہا کہ یہ شخص پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوا مگر اب پھر سے یہودی ہوگیا ہے اور گندے دین کی طرف پلٹ گیا۔ (یہودی مذہب کو گندا دین کہا گیا ہے تو ہندوازم، بدھ ازم کو کیا کہیں گے؟) حضرت معاذؓ نے اس موقع پر کہا کہ میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اسے قتل نہ کردیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ وفرمان ہے اور اسے قتل کردیا گیا۔ (بخاری 6633۔ مسلم 1676) حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ ابراہیمؒ امام زہری کا قول ہے: مرتد عورت کو قتل کردیا جائے گا۔ (بخاری) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک سبب کے (۱) جان کے بدلے جان، (۲) شادی شدہ زانی (۳) اپنے دین کو چھوڑنے والا، (۴) بخاری۔ مسلم) زانی مرد سوائے زانی یا مشرک عورت سے ہی نکاح کرتا ہے اور زانی عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے ہی نکاح کرے گی اور ایمان والوں پر یہ حرام ہے۔" اسی طرح سے اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ آیت 231 میں فرماتا ہے: تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں، ایک مومن لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے، اگر چہ وہ تمہیں بہت پسند ہو اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے کبھی نہ کرنا جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام مشرک مرد سے بہتر ہے۔ اگر چہ وہ تمہیں بہت پسند ہو۔ یہ لوگ تمہیں آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے اذن سے تم کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام واضح طور پر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ توقع ہے کہ وہ سبق حاصل کریں گے اور نصیحت قبول کریں گے۔ کتنی خوبصورتی سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سمجھا دیا کہ وہ کسی صورت میں بھلے ہی تمہیں وہ مشرک مرد یا عورت بے حد پسند کیوں نہ ہو، ان سے نکاح حرام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرک مردوں یا عورتوں سے شادی کرنے والا سیدھے جہنم میں جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان مرد یا عورت (لڑکا یا لڑکی) کسی مشرک سے شادی کرکے مرتد ہوجاتی ہے تو گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے خلاف شیطانوں کی فوج تیار کی ہے۔ یعنی ان سے جو اولاد ہوگی وہ ظاہر ہے کہ مشرک اور بت پرست ہوگی، تو ہوا نا اللہ تعالیٰ کے خلاف شیطانوں کی فوج جمع کرنا۔ مشرک یا کافر ہمیشہ ہی سے ناپاک اور نجس ہوتا یا ہوتی ہے۔

(بقیہ صفحہ......۲۵......پر)

مولانا آصف تنویر تیمی

ماں کے سائے سے محروم بچوں کی تربیت

ماں کی خصوصی ذمہ داریاں

کسی بھی معاشرے کو راہ حق پر لانے کی ساری کوششیں اس وقت تک بے کار ثابت ہوں گی جب تک معاشرے کی اصل بیماری اور روگ پر قابو نہ پالیا جائے۔ اگر کسی بنیاد پر کثیر منزلہ عمارت تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو پہلے بنیاد کا استحکام اور اس کی مضبوطی کو دیکھنا ہوگا، اس کو اس لائق بنانا ہوگا کہ کسی بھی ناگہانی مصیبت کا وہ بنیاد مقابلہ کرسکے، ایسا نہ ہو کہ ایک ہی جھٹکے میں اپنی جگہ چھوڑ کر ہٹ جائے اور فلک بوس عمارت چشم زدن میں زمیں بوس ہوجائے م بالکل یہی مثال بچوں کی زندگی میں اچھی تعلیم وتربیت اور پرورش وپرداخت کی ہے، ہمارے بچے اللہ کی ایک بڑی نعمت اور اس کی قدر وکارکردگی کی علامت اور نشانی ہیں۔

لیکن جب کوئی انسان اولاد کی نعمت کی قدردانی نہیں کرتا، اس کے حقوق وواجبات کی کماحقہ ادائیگی نہیں کرتا تو یہی نعمت انسان کے لئے بڑے خسارے اور نقصان کا باعث ہوجاتی ہے اور یہی ناسمجھ انسان جو بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت کرکے جنت کا مستحق ہوسکتا تھا، اب جہنم کا حق دار قرار پاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ" (سورہ تحریم:۶)

"اے ایمان والوں! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ:

اس آیت میں اہل ایمان کو ان کی ایک نہایت اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور وہ ہے اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کی بھی اصلاح اور ان کی اسلامی تعلیم وتربیت کا اہتمام تاکہ یہ سب جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو اسے نماز کی تلقین کرو اور دس سال کی عمر کے بچوں میں نماز سے تساہل دیکھو تو انہیں سرزنش کرو۔" (سنن ابی داؤد، سنن ترمذی)

فقہائے کرام نے کہا ہے کہ اسی طرح روزے اور دیگر احکام کے اتباع کی ان کو تلقین کی جائے جب شعور کی عمر کو پہنچیں تو انہیں دین حق کا شعور بھی ہوجائے۔" (بحوالہ احسن البیان:۱۳۲۰)

ایک حدیث کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت کی فضیلت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

"من کان لہ ثلاث بنات او ثلاث اخوات او بنتان او اختان فاحسن صحبتھن وادبھن وزوجھن واتقی اللہ فیھن فلہ الجنۃ" (ابوداؤد۔ ترمذی)

"جس کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں یا دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کی اچھی پرورش کرے، اچھا ادب سکھائے اور بالغ ہونے پر شادی کردے اور ان کے ساتھ برا سلوک کرنے سے ڈرے تو اسے خدا جنت دے گا۔"

بچوں کی تربیت بہت نازک مسئلہ ہے جو ہر دور کے والدین کے لئے اہمیت کا حامل رہا ہے۔ خصوصاً آج کے دور میں مسلمان والدین کے لیے بچوں کو اسلامی خطوط پر تربیت دینا ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لیے خود والدین کا تربیت یافتہ ہونا ضرور ہے۔ خصوصاً ماں کیلئے، کیونکہ تعلیم یافتہ مائیں ہی بچوں کو اچھی طرح پروان چڑھا سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے والدین کو اور بالخصوص ماں کو جس اعزاز سے نوازا ہے وہ اسلام

کے سوا دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی بھی تمدن عطا نہیں کرسکتا اللہ تعالیٰ نے ماں کو باپ سے تین گنا اطاعت کا حق دار گردانا اور جنت ماں کے قدموں میں رکھ دی تاکہ ان کی محنتوں کا ان کو ثمرہ بھی مل سکے۔

بچوں کی تربیت میں والدین میں سے ہرایک اپنے میدان عمل کے مطابق ذمہ دار ہوتے ہیں اور اس ذمہ داری کو پورے طور سے نبھانے ہی میں دنیا وعقبیٰ کی سعادت کا راز مضمر ہے، لیکن ایک بڑا مسئلہ اس وقت پیدا ہوجاتا ہے جب بچہ اپنے باپ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوجاتا ہے اس کی ننھی ننھی انگلیاں پکڑ کر صبح وشام گھر سے باہر سیر کرانے والا کوئی نہیں ہوتا، ایسے بچے اور بچوں کی ماؤں کے سامنے پوری کائنات تاریک وسیاہ ہوجاتی ہے، اکیلی ماں کے لیے بچہ کی تعلیم وتربیت مزید دشوار ومشکل معاملہ بن جاتا ہے اور بہت سی نئی ذمہ داریاں ماں کے ناتواں کندھوں پر آجاتی ہیں، جس سے نمٹنا ایک ہوشیار اور حوصلہ مند خاتون ہی کا حصہ ہوسکتا ہے۔

تاریخ میں اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ کے سائے سے محروم بچے کی تربیت میں تن تنہا ماؤں نے وہ اعلیٰ کردار ادا کیا کہ انہوں نے اپنے بچوں کو وقت کا بڑا امام، ملک کا سچا وفادار، دین کا رہبر اور کتاب وسنت کا نکتہ داں بناڈالا۔ جن کی مکمل زندگی قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے اچھی مثال ہمارے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جن کی ولادت باسعادت خود یتیمی کی حالت میں ہوئی، قرآن پاک میں ہے۔ "الم يجدك يتيماً فآوىٰ" (سوره الضحىٰ:٦)

"کیا ہم نے تمہیں یتیم پاکر ٹھکانہ نہ دیا۔"

لیکن قربان جایئے آمنہ بنت وہب کی تربیت پر کہ انہوں نے عبداللہ کی عدم موجودگی کے باوجود اپنے در یتیم کی پرورش وپرداخت اس نہج پر کی کہ آپ بچپن ہی میں تمام بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے پسندیدہ ہوگئے، آپ کی رفاقت اور ہمائیگی کے سب خواہش مند ہوا کرتے تھے۔ آپ کو آپ کی والدہ نے اس طرح خصائل حمیدہ کا عادی بنادیا تھا کہ کبھی بھی آپ کے گفتار وکردار سے صفت ذمیمہ کا صدور نہیں ہوا۔ بلکہ سن رشد اور نوجوانی میں ہی پورے اہل مکہ کو آپ کی، امانت، ودیانت، طہارت، پاکیزگی کا اعتراف ہوچکا تھا اور وہ آپ کو "الصادق الامین" کا خطاب دینے پر مجبور ہوگئے۔ آپؐ کے اخلاق وکردار کی یہ سب اچھائیاں بیوہ آمنہؓ کی صالح تربیت کا ہی تو بہترین نتیجہ تھیں۔ تاریخ میں دوسرا نام محمد بن اسماعیل بخاری کا ہے جن کی تربیت میں ان کی والدہ محترمہ نے وہ اعلیٰ کردار ادا کیا کہ معصوم محمد (امام بخاریؒ کا اصلی نام) بعد کے زمانے میں "امیر المومنین فی الحدیث" اور "امام المحدثین" بنے۔ ان کی تصنیف کردہ کتاب "صحیح بخاری" شریعت اسلامیہ کا مصدر وماخذ ہے اور طالبان علوم نبوت ہمیشہ سے اب تک اور انشاء اللہ تا قیامت اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔

امام بخاریؒ جب پیدا ہوئے تو اس سے قبل ان کے والد اسماعیل کا انتقال ہوچکا تھا۔ ان کی والدہ نے اپنے اس یتیم جگر کے گوشے کو تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے مدرسہ میں داخل کرادیا۔ امام المحدثین نے اپنی ذاتی ذہانت، ذکاوت اور اپنی محنت ولگن سے صرف اٹھارہ انیس سال کی عمر میں تمام متداول علوم فنون میں مہارت پیدا کرلی اور وقت کے امام ہوگئے۔

اس لیے یہ کہنا کہ باپ کے انتقال کے بعد بچے کی تعلیم وتربیت ممکن نہیں ہے، یہ خیال خیال عبث ہے اور تاریخ اس کے خلاف ہے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ باپ کے سائے سے محروم بچے کی تربیت میں کچھ خصوصی ذمہ داریاں ادا کرنی پڑتی ہیں۔ باپ کی موجودگی میں ماں کو صرف اندورن خانہ تربیت پر نظر رکھنی ہوتی تھی مگر اب گھر کے ساتھ باہر کی بھی ذمہ دایاں ماں کے اوپر آجاتی ہے اور گھر سے لے باہر تک تنہا ماں کو بچے کی تعلیم وتربیت اور پرورش وپرداخت کرنی پڑتی ہے جس میں ادنیٰ سی کوتاہی بچے کے کیریئر کو خطر میں ڈال سکتی ہے۔

مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س : مقیم اور مسافر کی حیثیت سے قصر واتمام کے مسئلہ میں دخول وقت کا اعتبار ہوگا یا خروج وقت کا۔ مثلاً زید مقیم ہے، اور عشاء کا وقت سات بجے شروع ہوتا ہے، لیکن زید نے آٹھ بجے سفر شروع کیا، اور عشاء کی نماز ادا نہیں کی، وہ ستر کلو میٹر جانے کے بعد دس بجے نماز ادا کرتا ہے تو اتمام لازم ہے یا قصر، اسی طرح سفر سے واپسی میں عشا کا وقت ستر کلو میٹر پہلے شروع ہوجاتا ہے، لیکن وہاں نماز ادا نہیں کرتا، اب گھر آگیا تو اتمام کرے گا یا قصر؟

ج : فرضیت نماز کا سبب اداء سے متصل وقت ہوتا ہے، لہذا اگر ادا سے متصل وقت میں مقیم ہے تو اتمام کرے اور مسافر ہے تو قصر کرے، اور اگر وقت پر نماز ادا نہیں کی یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل گیا تو وقت! خیر کا اعتبار ہوگا۔ اور اس وقت مسافر رہا ہو تو قصر کریگا مقیم رہا ہو تو اتمام کرے گا، لہٰذا صورت مسئولہ کی پہلی شکل میں قصر کرے گا اور دوسری شکل میں اتمام (الدار المختار ۵۸۵/۱)

س : زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد نماز جنازہ کے لئے اعلان عام کا ارادہ کیا، مگر کچھ لوگوں نے اعلان عام کو منع کیا، اور اس کی وجہ کچھ خرابیاں بتائیں، تو کیا اعلان کرنا چاہئے یا نہ کرنا چاہئے؟

ج : اس مقصد کے تحت اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ لوگ نماز جنازہ، مشایعت اور تدفین میں شرکت کرکے میت کا حق ادا کرسکیں، ان لوگوں کو بغیر معلومات کے شرعی مسئلہ نہ بتانا چاہئے تھا۔ یہ لوگ آئندہ احتیاط سے کام لیں۔ (ہدایہ نیز شامی ۶۶۳/۱)

س : قیدی جیل میں نماز جمعہ پڑھیں تو ہوگی یا نہیں؟

ج : نماز جمعہ اگرچہ قیدیوں پر فرض نہیں ہے، لیکن اگر وہ ادا کریں (اور مصر وغیرہ جیسی نماز جمعہ کی دوسری شرائط پائی جاتی ہوں) تو نماز صحیح ہوجائیگی۔ (شامی ۶۰۳/۱ نیز دیکھئے احسن الفتاویٰ ۱۱۳/۱۱۲/۴)

س : لباس کے سلسلہ میں شریعت نے یہ اصول بتلایا ہے کہ وہ ساتر ہوں، مردوں کے ٹخنوں سے اوپر ہوں، ریشمی نہ ہوں، کسی دوسری قوم کے نقالی سے خالی ہوں نیز افضل یہ ہے کہ عام دیندار مسلمانوں کے لباس کی طرح ہوں، پینٹ اور شرٹ اب مسلمانوں میں کثرت سے رائج ہوچکے ہیں، اس کے لئے ان کی ممانعت کا حکم تو نہیں لگایا جاسکتا، البتہ عام دینداروں کا لباس وہ اب بھی (کم سے کم ہندوستان میں) نہیں بن سکتے ہیں لہٰذا ان کا پہننا بہتر نہیں ہے۔

"لا ينظر الله يوم القيامة الى من جرازاره بطراً الحديث وقال: من تشبه بقوم فهو منهم الحديث.

س : چرم قربانی فروخت کرکے اس کی رقم سے ایسا مدرسہ تعمیر کیا جائے، جس میں غریبوں اور مالداروں کے بچے ناظرہ وحافظہ ودینی تعلیمات حاصل کریں کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

ج : چرم قربانی فروخت کرکے اس کی رقم سے مدرسہ وغیرہ تعمیر کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ کھال فروخت کردینے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کردینا واجب ہوجاتا ہے، البتہ یہ رقم مدرسہ کے غریب طلباء کو بطور وظیفہ نقدی کی شکل میں یا کتاب کاپی اور کپڑے وغیرہ کی شکل میں دینا جائز ہے، مدرسین کی تنخواہ میں بھی اس کی رقم کو لگانا جائز نہیں ہے (ہندیہ ۳۰۱/۵ جواہر الفقہ ۴۵۳/۱، کفایت المفتی ۲۳۸/۸)

(بقیہ صفحہ......۱۴......پر)

سونیا جین کے قبول اسلام کی کہانی

میرا نام سونیا جین تھا۔ چاندنی چوک دہلی میں جین مت کے ایک مذہبی گھرانے میں 2 جون 1975ء کو میں پیدا ہوئی۔ میری ماں مومنہ خاتون (سابقہ نرملا جین) کا قبول اسلام کے بعد دو سال قبل انتقال ہوا (اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ رحمت میں ان کو جگہ دے۔ آمین! جب کہ میرے والد پون کمار جین میرے بچپن ہی میں چل بسے تھے۔ میری بہن انورادھا جین جو فی الحال گجرات میں اپنے بال بچوں کے ساتھ مقیم ہیں۔ ان پر بھی اسلام کی سچائی واضح ہو چکی ہے۔ اس کا وہ بار بار اظہار کر چکی ہیں' لیکن اپنے شوہر کی وجہ سے پس وپیش میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی ہدایت کی توفیق دے۔ آمین! ہم سب ان کے لیے دعا کر رہے ہیں۔ میرا ایک بھائی بھی ہے جس کا نام پہلے پارول گپتا تھا' اب مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد محمد عمران ہے۔ میں نے چاندنی چوک کے جین اسکول میں بارہویں پاس کی۔ اس کے بعد تعلیم ترک کر دی۔ البتہ گھر پر رہ کر کچھ کچھ پڑھ لیا کرتی تھی۔ میں اپنی ماں اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ جین مندر بھی جایا کرتی تھی' جہاں ہم سب پاٹھ وغیرہ میں شرکت کرتے' پوجا کرتے' پری کرما کرتے (پھیرے لگاتے)

ہمارا ماحول اس وقت پورا جینی تھا۔ کسی دوسرے ماحول کی ذرا بھی جانکاری نہ تھی' جین مندروں میں جب ہمارے رشتے دار بالکل ننگے سادھوؤں کے چرنوں کو چھوتے تو میں ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتی۔ میری نگاہیں شرم کے مارے زمین میں گڑ جایا کرتی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔ لیکن چوں کہ ہمارے رشتے دار ایسا کرتے تھے اور ہم دیکھتے آرہے تھے۔ اس لیے میں چپ سادھ لیتی۔ اسی طرح زندگی کے دن گزرتے رہے حتیٰ کہ میں 19 سال کی ہوگئی۔ میری ماں ان دنوں ایک کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ پروسینگ کمپنی میں کام کرتی تھیں۔ اس کمپنی کے پروپرائٹر محترم عشرت صاحب تھے' جو اب میرے رفیق حیات ہیں۔ عشرت صاحب کا رویہ اپنے اسٹاف کے ساتھ بہت نرم تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ سارے اسٹاف کے ساتھ مساویانہ سلوک تھا۔ وہ سارے اسٹاف کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر لنچ کیا کرتے تھے' جہاں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی شامل ہوتے تھے۔ ان میں شاکاہاری (سبزی خور) بھی تھے اور مانساہاری گوشت خور بھی تھے ہم لوگ شدھ شاکاہاری (خالص سبزی خور) تھے' لیکن میری ماں نے سب کے ساتھ کھانے پر کمپرومائز کر لیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہاں ایک آسامی نکلی تو میری ماں نے مناسب سمجھا کہ میں بھی ان کے ساتھ کام کروں۔ یہ جنوری 1995ء کی بات ہے جب میں پہلے روز وہاں کام کرنے آئی تو میری ماں اس بات پر کافی پریشان تھیں کہ میں کس طرح سب کے ساتھ مل کر لنچ کروں گی جب کہ وہاں دوسرے اسٹاف کے لوگ مانساہاری (گوشت خور) بھی ہیں' اس لیے انہوں نے سب سے پہلے عشرت صاحب سے بات کی کہ میں تو آپ لوگوں کے ساتھ مل کر کھا لیتی ہوں لیکن میری بیٹی سونیا جین بڑی مذہبی ہے اور شدھ شاکاہاری (خالص سبزی خور) ہے وہ ہمارے ساتھ کھانا کھانے کیلئے رضامند نہیں ہے اس لیے وہ الگ تھلگ کھا لیا کرے گی۔ عشرت صاحب نے ان کی بات سن کر مجھے آفس میں طلب کیا اور پوچھا کہ آپ کو گوشت یوں ہی ناپسند ہے یا آپ کے نزدیک یہ پاپ ہے۔

یہ تو بہت بڑا پاپ ہے۔ میں نے اپنے علم کے مطابق جواب دیا جو میں اپنے پرکھوں سے سنتی آئی تھی۔

"اگر یہ پاپ دنیا سے ختم ہو جائے اور سارے ہی لوگ سبزی کھانے لگیں تو کیسا رہے گا۔"

یہ تو بہت اچھا رہے گا۔

اچھا یہ بتائیے کہ اس وقت آلو کا بھاؤ کیا ہے؟

میں نے کہا "یہی کوئی چار پانچ روپے کلو۔"

انہوں نے کہا: اگر سب لوگ گوشت خوری ترک کر دیں اور ساگ سبزی کھانے لگیں تو آلو سو روپے کلو ہو جائے گا' کیوں کہ 95 فیصد لوگ مانساہاری (گوشت خور) ہیں پھر بتائیے کہ سب کے جیون (زندگی) کی گاڑی کیسے چلے گی اور لوگ کس طرح سے اپنا پالن پوسن (گزر بسر) کریں گے۔

ان کی بات سن کر میری عقل کی پرتیں کھل گئیں اور میری سمجھ میں آگیا کہ جو بات وہ کہہ رہے ہیں صحیح کہہ رہے ہیں۔

یہی میرا ٹرننگ پوائنٹ تھا۔ جب میں نے عقیدت سے نہیں عقل سے سوچا۔ میں نے اسی دم سب کے ساتھ مل کھانے کی حامی بھر لی اور اتنا ہی نہیں' بلکہ جب کھانے پر بیٹھی تو عشرت صاحب کے ٹفن میں سے مرغ کی ٹانگ بھی حلق سے نیچے اتر گئی۔ عشرت صاحب اس کے بعد وقتاً فوقتاً مجھے اسلام کے بارے میں بتاتے رہے اور میں ان کی باتوں کو بڑے غور سے سنتی اور اپنی عقل کا استعمال کرتی تو عقل بھی ان ہی باتوں کی تصدیق کرتی۔ دھیرے دھیرے میری اسلام میں دلچسپی ظاہر ہونے لگی۔ ایک دن عشرت صاحب نے دنیا کے نقشے کو سامنے رکھ کر بتایا کہ مکہ دنیا کا مرکز ہے' جہاں سے اسلام کی روشنی برابر دنیا کے کونے میں پہنچتی ہے' جس طرح کسی کمرے کے سینٹر میں بلب روشن ہو تو اس کی روشنی کمرے کی ہر جانب برابر جاتی ہے اس کے برعکس جین دھرم صرف ہندوستان میں محصور ہے اور اس کا پھیلاؤ ممکن نہیں۔ یہ بات میرے دل کو چھو گئی۔ پھر میرا ضمیر دن بہ دن مجھے کچوکے لگانے لگا کہ میں غلطی پر ہوں اور اسلام ہی اصل سچائی ہے۔ جب بھی عشرت صاحب مجھے کوئی بات بتاتے تو وہ اس سلسلے میں عقلی اور منطقی استدلال کرتے اور یہی وہ بات تھی' جس کے آگے مجھے ڈھیر ہونا پڑا۔ دوسری بات یہ تھی کہ خود عشرت صاحب کا رویہ اپنے اسٹاف کے ساتھ بڑا نرم تھا۔ وہ سب کے ساتھ مساویانہ سلوک روا رکھتے اور ہر ایک کے ساتھ بڑی شفقت ومحبت کا معاملہ کرتے۔ ان کا اخلاق بڑا کریمانہ تھا۔ انہوں نے جین دھرم میں مہاویر سوامی کی پرتما (مورتی) کی جو تشریح کی تو میں اس سے بہت متاثر ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ان کا خود کا پہناوا ننگ (عریانیت) تھا اور وہ دوسرے لوگوں کو کپڑے پہننے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ یہ قول وعمل کا تضاد میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ ان سب وجوہات کی بناء پر میرا دل اسلام کی طرف مائل ہونے لگا۔

14 مارچ 1995ء میری زندگی کا وہ مبارک دن تھا' جب میں مشرف بہ اسلام ہوئی۔ عشرت صاحب کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر جمعہ کو آفس بند کر کے سورہ کہف کی تلاوت کرتے تھے۔ میرے اندر تجسس ابھرا کہ وہ اتنے اہتمام سے کیا پڑھتے ہیں؟ جب میں نے ان کو سورہ کہف کی تلاوت کرتے سنا تو میرے دل کی اندرونی کیفیت کچھ عجیب سی ہو گئی۔ ایک طرح کی بیداری پیدا ہو گئی۔ پھر عشرت صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم آگ کا ایندھن بننے سے کب بچو گی؟ میں نے از خود وارفتگی میں کہا بس بہت جلد...... انہوں نے کہا کہ کیا خبر ہے کہ یہ سانس جو تم لے رہی ہو' آخری ہو؟ پھر اچانک میں بڑے جوش میں بولی کہ ابھی اور اسی وقت!...... پھر عشرت صاحب نے مجھے کلمہ پڑھایا اور میں مسلمان ہو گئی۔ میں نے اسی دم یہ دعا کی "اے اللہ میری ماں اور میرے بھائی کو بھی بچا لے۔"

اللہ تعالیٰ کے یہاں میری یہ دعا بھی قبول ہو گئی۔ شروع میں تو میری ماں اور بھائی دونوں نے مخالفت کی۔ میرا بھائی تو عشرت صاحب کا جانی دشمن ہو گیا' لیکن جب میں نے ان کو خود اسلام کے بارے میں کچھ معلومات دیں اور بتایا کہ میں نے بہت سوچ کر یہ قدم اٹھایا ہے۔ پھر ان کے